سوشل و ملکی ریفارم سلطنت ڈوگرستان گورنمنٹ جموں و کشمیر

یعنی

ہز ہائی نس راج راجیشور مہاراج ادھیراج مہاراجہ بہادر

کرنل سر ہری سنگھ اندر مہندر سپر سلطنتِ انگلشیہ کے سی، آئی، ای

کے سی، وی، او۔ والئے گورنمنٹ جموں و کشمیر وغیرہ کے

عہدِ حکومت پر ایک سرسری نظر

انکشافِ حقیقت

از

شیخ عبد الحق ڈوگرہ رئیس جموں۔ نبیرہ شیخ شوق محمد صاحب مرحوم

پرسنل سکرٹری و معتمد (وکیل) دربار مہاراجہ بہادر گلاب سنگھ جی سرگباشی

و

نواسہ ادہ شیخ سوداگر صاحب مرحوم سابق وزیر اعظم گورنمنٹ ہذا سکرٹری انتظامیہ کمیٹی و سفیر

ہند فراہمی چندہ امدادی صدر انجمن اسلامیہ قلمرو جموں۔ گورنمنٹ جموں و کشمیر

مطبوعہ مسلم پرنٹنگ پریس لاہور

بیساکھ سمت ۱۹۸۷ بکرمی

52
13
65

55
13
68

2052
1987
65

۲۰۵۲
۱۹۸۷
۶۵

2055
1987
168

His Highness

Raj Rajeshwar Maharajadhiraj Maharaja
Colonel Sir Shri Hari Singh Ji Bahadur
Indar Mahindar Bahadur,
Sipar-i-Saltanat-i-Inglishia
K.C.I.E., K.C.V.O.,
Maharaja of Jammu & Kashmir

"Lion" Press, Lahore.

His Highness
Raj Rajeshwar Maharajadhiraj Maharaja
Colonel Sir Shri Hari Singh Ji Bahadur
Indar Mahindar Bahadur,
Sipar-i-Saltanat-i-Inglishia
K.C.I.E., K.C.V.O.,
Maharaja of Jammu & Kashmir

"Lion" Press, Lahore.

۸۶/۷

انکشافِ حقیقت

یعنے

ہز ہائینس مہاراجہ بہادر سر ہری سنگھ والئے گورنمنٹ جموں و کشمیر وغیرہ کے عہد حکومت پر ایک سرسری نظر

قبل اس کے کہ والئے ملک سری حضور مہاراجہ بہادر سر ہری سنگھ (ریفارمر ملک ڈوگرستان) یعنے گورنمنٹ جموں و کشمیر کا تذکرہ کیا جائے۔ اس بات کا اظہار نہایت ضروری ہے کہ دُنیائے عالم کا نظام یعنے سورج۔ چاند۔ ستارگان۔ زمین۔ پہاڑ۔ سمندر۔ دریا اور اربعہ عناصر یعنے آگ۔ پانی۔ ہوا۔ مٹی۔ یہ تمام کچھ ابتدائے عالم سے چلی آرہی ہیں۔ اس ماحول سے سرفی عقل کے دل میں معاً خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ سب کچھ کسی ایک ہستی نے تیار کیا ہے۔ جس کا دور چل رہا ہے۔ اور اس میں کوئی لغزش آجتک نہ آئی ہے۔ اور نہ آئے گی۔ بہت سے ایسے ایسے افراد پیدا ہوئے۔ جنہوں نے نہایت تجسس و تفحص سے بعد غور و خوض بنظر تعمق حقیقت دریافت کرنی چاہی۔ مگر اُن کی تمام سعی بلیغ رازِ حقیقت کے دریافت کرنے میں قاصر رہیں۔ اور آخرش اس

نتیجہ پر پہنچکر یہ کہدیا کہ (واللہ اعلم بالصواب) یعنے خدا کی باتیں
خدا ہی جانتے۔ اسی طرح خدائے بزرگ ولایزال نے نظام دنیا
کے قیام کے لئے اپنے نائب مقرر کئے۔ اور وہ نائب دو شکل میں دنیا
میں آیا کرتے ہیں۔ ایک روحانی تعلیم کا معلّم جن کو پیغمبر یا اوتار
کہا جاتا ہے۔ اور دوسرے بادشاہ جو ملکی انتظامات و دنیاداری
امن عامہ و سہولیت معراج زندگی کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اور
انکی عقل و دانش ہمیشہ غیر معمولی ہوا کرتی ہے۔ یعنے عام انسانونکی
عقل سے بالاتر ہوتی ہے۔ جسکو ہر فرد بادی النظر میں فوراً نہیں
سمجھ سکتا۔ بقول شاعرع رموزِ مملکتِ خویش خسرواں دانند
اسی طرح ملک کے قوانین کی تبدیلی جس کا اصل مقصد والئے
ملک کو بہتر معلوم ہوتا ہے۔ اس کے راز اندرونی کو دیگر اشخاص
عقل عامہ کے فوراً نہیں سمجھ سکتے۔ اور بوجہ اپنی کمی ذہانت
و دانش کے بیجا طور پر واویلا کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ملک کی
اصلاحات بذریعہ قانون کی مثال ہو بہو اس مریض اور ڈاکٹر
کی ہے۔ کہ وہ مریض جسکو کاربنکل پھوڑا یعنے عام زبان زد مواد
پھنسی گدو ہانہ نکل آیا ہو۔ مگر مریض اس پھنسی کی ماہیت اور
ہلاکت سے بے خبر ہے۔ کہ اگر یہ مواد تھوڑا عرصہ بھی رہا تو منٹوں
بلکہ سکینڈوں میں جان ہلاک کر دے گا۔ مریض بیچارا اپنی استعداد
علمی کے باعث ان تمام آنیوالے مہلک خطرات سے قطعاً بیخبر
ہے۔ مگر ڈاکٹر جانتا ہے۔ کہ اس پر عمل جراحی مفید ہے۔ اور یہ
اس علاج سے بچ سکتا ہے۔ وہ اپنے علم جراحی کے ناگزیر اپریشن

کرتا ہے۔ اور مواد فاسدہ کو خارج کر کے مرہم پٹی استعمال کرتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ مریض جسکی زندگی کی کوئی امید باقی نہ تھی۔ اور از سر نو تازہ زندگی حاصل کر کے دنیا کی تمام لذّات کا حظ اُٹھاتا ہے۔ جس کے لئے ہر فرد و بشر شب و روز خواہاں رہے۔ بس یہی مثال عین بعین ملک کے بادشاہ۔ اُسکے قانون ورعایا کی ہے۔ اس لئے عام فہم انسانوں کو قانون ملک کے اشکال کی تبدیلی پر شور و شغب ہرگز نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ فہمیدہ طبقہ کو قانون متعلق مروجہ پر حیث بحث کر کے کوئی نیک نتیجہ نکالنا چاہئیے۔ اور قانون کا مفہوم دریافت کر کے سادہ لوح انسانوں پر واضح کر دینا چاہئیے کہ یہ قانون آپ لوگوں کے لئے از حد مفید ہے۔ جس سے آنیوالی نسلیں بہتر ہونگی۔ اور یہی فرض انسانی ہے۔ کہ نیکی اور بدی کی تمیز کر کے نیک کام کی اشاعت کیجاوے۔ اور بدی کا تخم تباہ و برباد کیا جائے۔ اور شوریدہ سروں سرکشوں مفسدہ پردازوں کا قلع قمع کر کے سرکش کیا جاوے۔ اور اس سے بڑھکر اور کوئی عبادت دنیا میں نہیں۔ کہ مخلوق خدا میں امن عامہ رکھا جائے۔ اور راعی ورعایا کے تعلقات باہمی نہایت یگانگت کے ساتھ بمثال باپ اور بیٹا رہیں۔ کیونکہ اگر باپ کی اولاد تابعدار۔ فرمانبردار اور نیک ہوگی۔ تو باپ کی عزّت و توقیر و قوت بازو مضبوط رہیگا۔ اور جس کے باپ کی عزّت ہوگی۔ اُس کے بیٹے کی خود عزّت ہوگی۔ جس کے باپ کی بے عزّتی ہوگی۔ وہ بیٹا سرفرازی کی کرسی پر ہرگز نہیں بیٹھ سکتا۔ اور نہ وہ باپ کی بے عزّتی گوارا

کر سکتا ہے۔ اسی طرح اسلام نے مسلمانوں کو آشتی اور امن عامہ کا سبق سکھلایا ہے۔ کہ خواہ تم کسی بادشاہ مسلم یا غیر مسلم کے ماتحت ہو بادشاہ کے احکامات کی تابعداری کرو۔ جو تمہارے مذہبی احکامات کی توقیر کرتا ہے۔ اور اُنمیں دست اندازی نہ کرتا ہو۔ چنانچہ اس کے متعلق آیات قرآنی شاہد ہیں۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ط ترجمہ۔ تابعداری کرو اللہ کی اور اللہ کے رسول کی اور اُن حاکموں کی جو تم میں سے احکام اللہ و رسول کی تابعداری کرتے ہوئے ان میں دست اندازی نہ کریں۔ اسلام صلح و آشتی کا سبق سکھلاتا ہے۔ بلکہ اس حکومت کو اپنی حکومت پر ناز ہونا چاہئے۔ کہ جس میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہو۔ کیونکہ اسلام نے باغی کی سزا موت کے علاوہ ایک لعنتی اور مرتد کی موت قرار دیا ہے جو مسلمان اپنے اس بادشاہ کے خلاف جو اسلام کے احکام کی آزادی بخشتا ہے۔ اگر سرکشی کرے۔ تو اسکو ذلیل موت کے گھاٹ اُتارا جاوے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان آج دُنیا کے اُن تمام خطوں میں جو غیر مذاہب کے محکوم ہیں اپنے آپ کو باغی کہلانا ننگ اسلام سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس بادشاہ کے مضبوط بازو ہیں۔ جو نہیں اُنکے مذہبی احکامات کی پیروی کی تلقین کرتا ہے اور ہر طرح کی آزادی مذہب عطا کرتا ہے۔ خوش نصیب ہے وہ سلطنت جو اسلامی افراد کے عنصر سے بھرپور و معمور ہے۔ اسی سلسلہ میں ہم اپنے مہاراجہ بہادر سری حضور ہری سنگھ جی کو از حد خوش نصیب خیال کرتے ہیں۔ جو مسلمانوں کی ایک کثیر

جماعت کا حکمران و محافظ ہے۔ تمام مسلمانوں کو اپنے بادشاہ کی حمایت و محافظت لازم ہے۔ کیونکہ وہ چھبیس لاکھ فرزندان توحید کا محافظ ہے۔

اہل ہنود کا عقیدہ ہے۔ کہ بادشاہ وقت نائب خدا ہوتا ہے۔ اور بادشاہ کے حکم کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے اسلئے ہر دو مذاہب کے عقیدہ میں بادشاہ کی تابعداری فرض اولین ہے۔ اور مذہب اسی کا نام ہے۔ بصورت دیگر بادشاہ کے خلاف رائے زنی کرنا دونوں کو مذہب سے خارج کرتا ہے

نیاز کیش
عبد الحق

گورنمنٹ جموں و کشمیر کا شاہی خاندان

ہندوستان میں ہمارے والئے ملک کے اعلیٰ حسب و نسب سے کون آگاہ نہیں ہے۔ حضور ممدوح سورج بنسی خاندان کے چشم و چراغ ہیں اور آپکی ذات ستودہ صفات ملک اور رعایا کے لئے سرمایہ نازش ہے۔ آپ کے بزرگ ملک ہند کے اعلیٰ تاجداروں کے زمرہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ تاریخ ٹاڈ راجستھان انکی بیدار مغزی اور روشن خیالی کی شاہد ہے۔ اپنے ملک ڈوگرستان کی مکمل تاریخ کا نام گلاب نامہ ہے۔ دیوان کرپا رام صاحب مرگباشی نے فارسی زبان میں لکھی تھی۔ جس میں خاندان جموال وجملہ راجپوتان معہ دیگر اکابر سلطنت کی ذکاوت و شجاعت کے بصیرت افروز کارناموں کی پوری تفصیل درج ہے۔ میرے خیال میں اس کتاب کا ترجمہ جو تاریخی معلومات کا گنجینہ ہے سلیس اردو میں ہو جاوے تو اسے ریاست کے تعلیمی نصاب میں شامل کرنا چاہئے۔ تاکہ موجودہ نسل ڈوگر کی ملک گیری کے مفصل حالات سے آگاہ ہو کر اپنے لئے ترقی اور کامیابی کا لائحہ عمل تیار کرے۔ تاریخ انہیں بتائے گی کہ ملک کے نوجوان و اہلکار کس قدر وفاشعار اور فرض شناس تھے۔ اور بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں تن من۔ دھن تک نثار کر دیتے تھے۔

نیا دور

ہز ہائی نس کی ابتدائی زندگی

ہز ہائینس مہاراجہ بہادر ہری سنگھ والیٔ سلطنت ڈوگرستان یعنے گورنمنٹ جموں وکشمیر ۱۰ اسوج سمت ۱۹۵۲ بکرم میں پیدا ہوئے آپ کے پتا سر راجہ امر سنگھ بہادر ریاست کے وزیر اعظم اور ایک جلیل القدر مدبر تھے۔ انگریز ریذیڈنٹ انکی قابلیت وذہانت کا لوہا مانتے اور انہیں ہندوستان کا دوسرا گلیڈسٹون کہا کرتے تھے۔ آپکی رسم موتراشی سمت ۱۹۵۵ بکرمی میں بڑی دھوم دھام سے منائی گئی۔ سمت ۱۹۶۸ بکرمی میں رسم زناربندی بڑے تزک و احتشام وشان وشوکت سے عمل میں آئی۔ ابھی آپکی عمر آٹھ سال کی تھی۔ کہ ایک انگریز خاتون "مس کار" آپکی اتالیقہ مقرر ہوئی۔ چنانچہ اپنی خداداد وذاتی لیاقت وذہانت کی بدولت آپ بارہ سال کی عمر میں بلا تکلف انگریزی زبان میں گفتگو کرسکتے تھے انہی دنوں آپ کے والد بزرگوار کا سایہ عاطفت سر سے اٹھ گیا اور مہاراجہ بہادر سُرگباشی سری حضور مہاراجہ پرتاپ سنگھ جی نے جو آپ کے حقیقی تایا تھے۔ کچھ تو بزرگانہ شفقت کے خیال سے اور کچھ اس خیال سے کہ آپ ہی اُن کے جائز وارث ہیں۔ آپکی تربیت پر خاص توجہ مبذول فرمائی اور اس امر کا خاص طور پر خیال رکھا۔ کہ آپ سازشوں کے ناپاک اثرات سے بچے رہیں

چنانچہ اس مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے مہاراجہ پرتاب سنگھ آنجہانی
نے آپکی تربیت اور نگرانی کا فرض میجر بار کے سپرد کیا۔ اور
سمت ۱۹۶۹ میں آپکو اجمیر چیفنس کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے
لئے بھیجدیا گیا۔ جب اجمیر کالج کا کورس کامیابی کیساتھ ختم
ہوگیا۔ اور آپ واپس تشریف لائے۔ اس کے بعد آپ فوجی
تعلیم حاصل کرنے کے لئے ڈیرہ دون تشریف لے گئے۔ جب
اس تعلیم کی تکمیل ہوگئی۔ تو آپ سمت ۱۹۷۱ میں جموں تشریف
لائے۔ مہاراجہ بہادر سری پرتاب سنگھ جی نے آپکو کمانڈر انچیف
کا عہدہ جلیلہ عطا فرمایا۔ سمت ۱۹۷۶ میں آپ بغرض سیر وسیاحت
وحصول تجربہ رموز سلطنت عازم یورپ ہوئے۔ یورپ کے
سیر وسیاحت کے دوران میں آپ کو زمانہ کے نشیب و فراز۔
گورے اور کالے خدمتگاروں کی نمک حلالی ونمک حرامی کا
پورے طور تجربہ حاصل ہوگیا۔ اسوقت آپکی عمر چبیس سال کی تھی۔
مگر اس تلخ تجربہ نے آپ کو زیادہ تجربہ کار بنا دیا۔ اور آپ
میں نیک و بد کی شناخت کی قابلیت پیدا ہوگئی۔ سمت ۱۹۷۷
میں آپ اپنی ریاست میں واپس تشریف لائے۔ اور سینئر ممبر
کے عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔

تخت نشینی | مورخہ ۱۴ ؍ پھاگن سمت ۱۹۸۲ مطابق ۲۵ ؍ فروری ۱۹۲۶ء
بروز ویروار یعنے جمعرات تتھ تریودشی شکل پکشہ بکھ نکھتر مبارک
میں آپ سری مہاراجہ پرتاب سنگھ جی کے انتقال کے بعد تخت
حکومت پر جلوہ افروز ہوئے۔ تاجپوشی کی رسم نہایت شان و

شوکت کے ساتھ ادا ہوئی۔ رعایا نے ارادت اور عقیدت کی نذر گذرانتے ہوئے اپنی دلی مسرّت کا اظہار کیا۔ آپ نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی بہت سی مراعات رعایا کو عطا فرمائیں جنکی تفصیل آگے بیان کی جائے گی۔ تاکہ ملک کے ہر فرد و بشر پر یہ حقیقت واضح ہو جائے۔ کہ آپ کو اپنی پیاری رعایا کی فلاح و بہبود کا کس قدر خیال ہے۔ آپکو شکار و پولو کا خاص شوق ہے۔

بٹلر کمیٹی آپ بٹلر کمیٹی کی کارروائی کے سلسلہ میں ماہ جیٹھ ۱۹۸۵ء میں معہ دیگر مہاراجگان ہند دوبارہ ولایت تشریف لے گئے اور شہنشاہ جارج پنجم سے ان دوستانہ اور وفادارانہ تعلقات کی بنا پر جو تاج برطانیہ سے وابستہ ہیں کئی بار شرف باریابی حاصل کیا۔ اور انگلستان سے آپ دہلی میں بہمراہی دیگر مہاراجگان ہند تشریف لائے۔ جہاں والسرائے ہند نے آپ کو شہنشاہ عالیجاہ کے خطابات جلیلہ سے سرفراز فرمایا۔ اور والئیں چانسلر کا عہدہ بھی آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ جسے آپ نے فخر و انبساط کے ساتھ قبول فرمایا۔

تباہ کن سیلاب سفر یورپ کے دوران میں کشمیر اور جموں کے بعض علاقوں میں سیلاب کا واقعہ ایک المناک حادثہ ہے۔ آپ نے یہ دن نہایت بے چینی کے ساتھ ولایت میں گذارے اور دن میں تین تین چار چار برقی پیغام ولایت سے حکومت کی مجلس انتظامیہ (کیبنٹ) کو بھیجتے رہے۔ کہ میری پیاری

رعایا کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے - لاکھوں روپیہ سیلاب زدہ لوگوں کو بطور مالی امداد تقسیم کیا گیا - انہی دنوں میں ہندوستان کے ان لوگوں کا سیلاب سے بہت نقصان ہوا جو امرناتھ سوامی جی کی جاترا کے لئے گئے تھے - مگر ہز ہائینس کا حکم تھا - کہ تمام جاتریوں کی کماحقہ امداد کی جاوے - یہ ہمارے ملک ڈوگرستان کی خوش قسمتی ہے - کہ اسکی رعایا کی قسمت کی باگ ایک ایسے بے تعصب ہمدرد اور رعایا پرور مہاراجہ کے ہاتھ میں ہے - جو رعایا کے جذبات و حسیات سے آگاہ رہنا اپنا فرض سمجھتا ہے - مگر ریاست کی بعض نااہل اور ناعاقبت اندیش لوگوں نے بعض قوانین کے خلاف جو ہز ہائینس کی گورنمنٹ نے اپنی رعایا کی بہتری کے لئے نافذ کئے ہیں - پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے - ذیل میں ان قوانین کی تفصیل درج کیجاتی ہے - جو ہز ہائینس کے عہد حکومت میں پاس ہو چکے ہیں -

ملکی اصلاحات کا ایک نیا دور

۱ - قانون انتقال اراضی -
۲ - قانون تحفظ زمینداره -
۳ - قانون کاہ چرائی -

۴ - قانون شادی صغر سنی و کبر سنی -
۵ - قانون تحفظ ملازمت پشتینی باشندہ ریاست -
۶ - قانون انسداد بردہ فروشی -
۷ - قانون انسداد رشوت ستانی -
۸ - قانون بیگار -
۹ - معافی محصول جملہ پل ہائے دریا و ندی نالہ وغیرہ حدود ریاست -
۱۰ - لازمی ابتدائی تعلیم -
۱۱ - قانون ممانعت تمباکو نوشی نو عمر اشخاص -

ان کے علاوہ اور بہت سے ایسے مالی وجوڈیشل قوانین میں ترمیمات کی گئی ہیں - جو رعایا کیلئے بے حد مفید ہیں - اور جنکی تشریح کے لئے ایک دفتر چاہئے - اگر ان قوانین کی حقیقت پر رعایا کے نقطۂ خیال سے ایک غائر نظر ڈالی جائے - تو تمام معاملہ فہم اشخاص کو ہز ہائینس مہاراجہ بہادر کی دور اندیشی اور سیاست دانی کا اعتراف کرنا پڑے گا - بعض خود غرض اور نفس پرست لوگ ان میں سے بعض قوانین کی مخالفت کر رہے ہیں - لیکن کیا یہ قیاس میں آسکتا ہے - کہ جن قوانین کو ہز ہائینس نے ارکان حکومت سے مشورہ کرنے کے بعد اپنی رعایا کی بہتری کے لئے منظور فرمایا ہے وہ ایک مٹھی جماعت کے واویلا پر منسوخ کر دیئے جائیں گے ہز ہائینس اپنی شاہانہ ذمہ داریوں کو پورے طور پر محسوس کرتے

ہیں۔ اور آپ کی دلی تمنا ہے۔ کہ ان قوانین سے رعایا کی مشکلات کا ازالہ ہو جائے۔ خود غرض اشخاص ہمیشہ اصلاحات کی مخالفت پر کمر بستہ رہتے ہیں۔ کیونکہ وہ عوام الناس کے مفاد پر اپنے اغراض کو مقدم سمجھتے ہیں۔ ملک کی بہتری اس میں ہے۔ کہ راعی اور رعایا کے باہمی تعلقات ہر پہلو سے خوشگوار رہوں۔ یہ مقصد صرف اسی صورت میں حل ہو سکتا ہے۔ کہ فریقین کامل اعتماد اور اتحاد عمل کے زرّیں اصول پر کاربند رہیں۔ اور بدخواہوں اور فتنہ پردازوں کے خفیہ منصوبوں کو بروئے کار نہ آنے دیں۔ خداوند کریم ہمارے مہاراجہ بہادر کی عمر دراز کرے۔ اور ولی عہد عطا فرماوے اور رعایا کے متعلق اُن کے نیک ارادوں کو پورا کرے۔

آمین

قانون انتقال اراضی ایکٹ

یہ انگلستان کا ایک قدیم قانون ہے۔ سب سے پہلے یہ قانون پنجاب میں اس وقت رائج کیا گیا۔ جبکہ حکومت کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ اگر زراعت پیشہ آبادی کے حقوق کی خاص طور پر حفاظت نہ کی گئی۔ تو ساہوکار لوگ جو ہر وقت کسانوں اور زمینداروں کو قرض کی خوفناک بلا میں مبتلا رکھتے ہیں۔ اُنکی زمینوں پر قابض ہو جائیں گے۔ جس سے حکومت کو نہ صرف یہ نقصان پونچے گا۔ کہ زراعت پیشہ آبادی کے کم ہو جانے سے مالیہ کی آمدنی گھٹ جائے گی۔ بلکہ ملک میں بد امنی اور بے چینی کی ایک زبردست لہر پیدا ہو جائے گی۔ چنانچہ حکومت نے اس خطرہ کو مد نظر رکھتے ہوئے قانون انتقال اراضی پاس کر دیا۔ جسکی رو سے ساہوکار جو غیر زراعت پیشہ قرار دئیے گئے ہیں۔ قانوناً زمینداروں کی اراضی کو خریدنے کے مجاز نہیں ہیں۔ اسی کے ساتھ حکومت نے زمینداروں کو ساہوکاروں کے سود در سود کے تباہ کن اثرات سے بچانے کے لئے کواپریٹو سوسائٹیاں یعنے قرضہ کی امدادی انجمنیں بنا کر ایک عظیم الشان نظام قائم کر دیا۔ انجمنیں حکومت کی نگرانی میں زراعت پیشہ آبادی

کے لئے نہایت مفید ثابت ہوئی ہیں۔

کشمیر کی زراعت پیشہ آبادی کی اقتصادی حالت ایک دردناک داستان ہے۔ اُن کی اراضی غیر زراعت پیشہ لوگوں یعنے ساہوکاروں کے ہاتھ میں چلی گئی ہے۔ ساہوکاروں نے اپنے قرضہ کی وصولی کے لئے سود در سود کے عمل سے زمینداروں کو اس قدر تباہ کر دیا ہے۔ کہ وہ نان شبینہ کے محتاج ہیں۔ ہز ہائینس مہاراجہ بہادر۔ اپنی زمیندار رعایا کی ناگفتہ بہ حالت سے اسقدر متاثر ہوئے۔ کہ آپ نے ان کو مزید تباہی اور بربادی سے بچانے کے لئے ایکٹ انتقال اراضی کا اجرار ضروری خیال فرمایا۔ تاکہ زراعت پیشہ لوگوں کے سوا اور کوئی شخص اُن کی اراضی پر قابض نہ ہو سکے۔ اس قانون کی بدولت زمینداران گورنمنٹ جموں و کشمیر کے مردہ قالب میں ایک نئی رُوح پیدا ہو گئی ہے۔ زمینداروں کے لئے قرضہ کی اُدائیگی کی جو اقساط مقرر کی گئی ہیں۔ وہ اس قدر قلیل ہیں۔ کہ نہایت آسانی سے مالیہ کے ساتھ وصول ہو جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ ہز ہائینس کی گورنمنٹ نے زمینداروں کی مالی حالت درست کرنے کے لئے زمیندارہ بنک جاری کر دیئے ہیں۔ جن سے زمیندار پورے طور پر مستفید ہو رہے ہیں۔

زمیندارہ بنک کا اجراء

عام طور پر زمیندار لوگ شادی اور غمی کے موقعوں پر ساہوکاروں سے دل کھول کر قرضہ لیا کرتے تھے۔ اور بعد ازاں بجائے ناک رکھنے کے ناک کٹوا

بیٹھتے تھے۔ یعنے جائداد قرضہ میں رہن یا بیع کرنی پڑتی تھی۔ اور آخر ش اس فضول خرچی سے مقدمہ بازی تک نوبت پہنچ جاتی تھی۔ فریقین عدالتوں میں روپیہ خرچ کرنے کے بعد ایک دوسرے کے دشمن ہو جاتے تھے۔ یہ دشمنی بعض اوقات قتل و غارت کی صورت اختیار کر لیتی تھی۔ اب چونکہ زمیندار کی اراضی پر کوئی غیر زراعت پیشہ ساہوکار یا ملازمت پیشہ قابض نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔ کہ قانون انتقال اراضی زمینداروں کے لئے ایک سپر ہے۔ جس پر کسی غیر زراعت پیشہ سرمایہ دار کا حملہ کارگر نہیں ہو سکتا۔ اب زمیندار کی زمین رہن یا بیع کے خطرات سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئی ہے۔

ہز ہائینس قلمرو جموں وکشمیر کے پہلے فرمانروا ہیں۔ کہ جنھوں نے زمینداروں کے حقوق کے تحفظ کے لئے ایک خاص قانون کی ضرورت کو محسوس کیا۔ چونکہ فرزندان اسلام کشمیر کی آبادی کے جزو غالب ہیں۔ اس لئے کشمیر کے جملہ مسلمان زمینداروں نے قدرتی طور پر اس قانون کا دلی مسرت کے ساتھ خیر مقدم کیا۔ وہ ہز ہائینس کی اس خاص توجہ کے شکر گذار ہیں۔ جس کی بدولت انکی مشکلات کا راستہ صاف ہو گیا ہے۔ زمینداران کا مستقبل اب درخشان نظر آتا ہے۔ کیونکہ ہز ہائینس کی گورنمنٹ محکمہ زراعت کو ایک وسیع پیمانہ پر ترقی دے رہی ہے۔ ریاست کی آمدنی کا ایک

معقول حصہ اس مفید محکمہ پر صرف ہو رہا ہے ؛

قانون تحفظ زمیندارہ

اس قانون کو عام طور پر ساہوکارہ بل بھی کہتے ہیں۔ اس کے نفاذ کی بہت سی وجوہات ہیں۔ جنکی تفصیل سے ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ گورنمنٹ جموں و کشمیر کا رقبہ اسی ہزار مربع میل ہے۔ اور کل آبادی تقریباً چھتیس لاکھ ہے۔ اسکا حدود اربعہ دنیا کے بڑے بڑے ممالک یعنے چین۔ روس۔ افغانستان اور ہندوستان سے ملتا ہے اور ان چار ممالک کے درمیانی حصہ کا نام ملک ڈوگرستان یعنے گورنمنٹ جموں و کشمیر وغیرہ ہے۔ جس کے باشندے نہایت ذہین۔ امن پسند صلح جو۔ وفادار اور شجاع واقع ہوئے ہیں۔ ان میں زمانہ حال کی فتنہ پردازیوں اور شر انگیزیوں سے اُن کی سیرت کا دامن بالکل پاک و صاف ہے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس قدر کثیر التعداد رقبہ کے باوجود اس ملک کے لوگ کیوں مفلوک الحال ہیں۔ افلاس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ تمام ملک پہاڑی ہے۔ اور شمالی حصہ اسقدر سنگلاخ ہے۔ کہ اسمیں کوئی فصل پیدا نہیں ہو سکتی۔ لوگ روح اور جسم کے اتحاد کو بمشکل تمام قائم رکھ سکتے ہیں۔ زیر کاشت

رقبہ کل اراضی کا ۱/۱۰ حصہ ہے۔ کیونکہ سوائے وادی کشمیر کے اس حصہ کے جسکو کہ سرینگر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور جو زیادہ تر آباد اور زیر کاشت ہے۔ باقی حصہ غیر مزروعہ ہے قلمرو جموں کے اردگرد علاقہ کنڈی ہے جسکی آبپاشی کے لئے لاکھوں روپے کی رقم کنڈی ڈویژن کے لئے مخصوص کردی گئی ہے۔ تاکہ اس علاقہ میں جہاں انسان تو درکنار مویشی تک پیاسے مرجایا کرتے تھے اور لوگ گرمیوں میں دور دور سے پانی کی تلاش میں حیران و سرگردان رہا کرتے تھے۔ ایک وسیع پیمانہ پر آبپاشی کا سلسلہ قائم ہوجائے۔ اب مختلف مقامات پر بڑے بڑے تالاب بہ شکل جھیل بنادئے گئے ہیں۔ جہاں پانی کا بہت بڑا ذخیرہ جمع رہا کرے گا۔ ان تالابوں یعنے مصنوعی جھیلوں سے نہروں کی سکیم مکمل ہوگئی ہے۔ اور پانی کی جملہ تکالیف رفع ہورہی ہیں۔ ان مصنوعی جھیلوں کے پانی سے آبپاشی کی سکیم کو کامیاب بنانے کے لئے بڑے بڑے ماہر انجنیر معقول تنخواہوں پر بلائے گئے ہیں۔ جنکی کوششوں کے صدقہ میں اب جنگل میں منگل کی کیفیت نظر آتی ہے۔ مہاراجہ بہادر نے ریاست کے مختلف حصوں میں دورہ اور تحقیقات کے بعد صرف زمینداروں کے ذاتی مفاد کو مدنظر رکھکر ریاست پر اخراجات کا بار ڈالا ہے۔ تاکہ جہاں تک ممکن ہوسکے۔ زراعت پیشہ لوگوں کے لئے سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔ مگر باوجود ان تمام کوششوں کے ریاست کی زمیندار آبادی

خوشحال نظر نہیں آتی۔ اور خوشحال کیسے ہوں۔ جب کہ
اقتصادی پہلو سے وہ ساہوکاروں کے غلام ہیں ساہوکاروں
نے ان کو سود در سود کی زنجیروں سے ایسا جکڑ رکھا ہے۔
کہ وہ ایک لمحہ کے لئے اطمینان کا سانس نہیں لے سکتے۔
قرضہ کی خوفناک بلا اُن کے سروں پر ہر وقت مسلّط رہتی
ہے۔ حالانکہ رعایا کا یہی وہ طبقہ ہے۔ جو اپنے خون اور پسینہ
کی کمائی سے خزانہ عامرہ کو پُر کرتا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ اگر
اُنکی یہی حالت رہی۔ تو اُنکی خوشحالی اور فارغ البالی کا کوئی
امکان نہیں۔ مگر ہز ہائینس کی گورنمنٹ نے قانون تحفظ زمینداراں
کے نفاذ سے اپنی زراعت پیشہ رعایا کو تباہی اور بربادی
سے بچا لیا۔ اس قانون کی رُو سے کوئی ساہوکار زمیندار
سے ڈیوڑھ سود سے زیادہ سود وصول نہیں کرسکتا۔ ہز ہائینس
کی گورنمنٹ نے فریقین کی سہولت کی خاطر قرضہ کی ادائگی
کے لئے اقساط مقرر کر دی ہیں۔ بعض بے سمجھ ساہوکاروں
نے اس مفید قانون کے خلاف غلط فہمی کے باعث غلط
پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے۔ چند جلد باز ساہوکاروں نے
ایک خفیہ کمیٹی بھی بنائی۔ تاکہ مخالفت کا سلسلہ جاری
رکھا جائے۔ لیکن چونکہ ہز ہائینس نے محض اپنی رعایا کی
فلاح و بہبود کیخاطر کامل نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ
مذکورہ بالا قانون کا نفاذ ضروری سمجھا۔ اس لئے کوتاہ بینوں
اور مفسدہ پردازاں کو منہ کی کھانی پڑی۔

ملک کی ساہوکارہ جماعت

یہ ملک کی بدقسمتی ہے۔ کہ اس کے سرمایہ دار یعنے ساہوکار سوائے سود کے اور کسی طریقہ سے اپنی دولت میں اضافہ کرنے کی تجویز پر غور نہیں کرتے۔ بیرونی پبلک کو کو یہ سنکر تعجب ہوگا۔ کہ قلمرو کشمیر کے بعض حصوں میں خوجہ قوم کے مسلمان ساہوکارہ کرتے ہیں۔ دیگر فرقوں کے اشخاص بہت کم لین دین کرتے ہیں۔ سود در سود کے متعلق ان ساہوکاروں کے ظلم وستم کی کہانیاں نہایت دردناک ہیں۔ انہیں لوگوں کی نسبت یہ مشہور ہے۔ کہ یہ مرغی کا ایک انڈا قرض دیکر بدقسمت مقروض کی جائداد کو نیلام کرا کر چھوڑتے ہیں۔ اور منہ مانگی رقم وصول کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرقی اور نیلامی کے کاغذات سے ظاہر ہوتا ہے۔ قلمرو جموں کے بہت سے ساہوکار زمینداروں کے خلاف ڈگریاں حاصل کر کے اُنکی جائدادوں پر قابض ہوگئے ہیں۔ زمینداروں کی سادہ لوحی اور ساہوکاروں کی عیاری کا اس امر سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ گو فریقین نے ایک دوسرے کی شکل نہیں دیکھی۔ لیکن مصنوعی نام سے بیع نامہ کی کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔

سب رجسٹرار کی عدالت بھی دھوکے اور فریب کی اس کارروائی پر مہر توثیق ثبت کر دیتی ہے۔ مگر بارہا ایسا ہوا کہ مہاراجہ بہادر سر گیاشی پرتاب سنگھ کے عہد حکومت میں اصلی حقیقت کے ظاہر ہو جانے پر ساہوکار اور اس کے ساتھی گرفتار کر لئے گئے کیا اس قسم کے ظالم اور فریبی ساہوکار کسی

قسم کی رعایت کے مستحق ہو سکتے ہیں؟ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ ساہوکار سوائے سودی کاروبار کے کوئی تجارتی کاروبار نہیں جانتے۔ وہ پشت ہا پشت سے زمینداروں کو اپنی سودخواری کا تختۂ مشق بنانے کے خوگر ہو چکے ہیں۔ وہ یہ جانتے ہی نہیں۔ کہ اگر تجارت پر سو روپیہ کی رقم لگا دیجاوے تو اس سے کم از کم دس ۱۰ روپیہ اور بعض صورتوں میں پچیس ۲۵ فیصدی منافع حاصل ہو سکتا ہے۔ جس کے مقابلہ میں سود کی تجارت نہایت حقیر اور قابل نفرت معلوم ہوتی ہے سودخوار خواہ کتنا ہی امیر ہو۔ مگر وہ سوسائٹی میں نہایت ذلیل اور فرومایہ سمجھا جاتا ہے۔ اگر گورنمنٹ جموں و کشمیر کے سرمایہ دار یورپین تجارت کے اصول پر مشترکہ سرمایہ سے کمپنیاں قائم کریں۔ اور اُن کے حصے فروخت کریں تو اُن کا وجود اقتصادی پہلو سے ملک و ملت کے لئے نہایت مفید ثابت ہو سکتا ہے اس سے زیادہ ذلیل اور ناپاک حرکت اور کیا ہو سکتی ہے کہ زمینداروں کو اس نیت سے قرضہ دیا جائے۔ کہ سود در سود کے عمل سے اُن کی جائداد پر قبضہ کر لیا جائے۔ کارروائی گو قانوناً جائز متصور ہو۔ لیکن اخلاقی پہلو سے ایک گناہ عظیم ہے جس کے مرتکب صرف وہ سفاک اور بیرحم لوگ ہوتے ہیں جن کا وجود انسانیت کے لئے باعث ننگ و عار ہے۔

ساہوکار اگر چاہیں۔ تو اپنے سرمایہ سے نہ صرف خود فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ بلکہ زمینداروں کی زندگی میں ایک خوشگوار

انقلاب پیدا کر سکتے ہیں۔ اگر وہ زمینداروں کے لیے عمدہ بیج اور کھاد کے علاوہ یورپ اور امریکہ سے آبپاشی۔ قلبہ رانی اور بھوسہ اُڑانیکی کلیں بہم پہنچائیں۔ تو ساہوکار کے سرمایہ اور زمیندار کی محنت کے اشتراک سے جو مفاد گیر نتائج ظہور میں آسکتے ہیں۔ صرف یہی ایک ایسا طریقہ ہے۔ جس سے ملک کا افلاس دور ہوسکتا ہے۔ ترقی دادہ آلات کشاورزی کے رواج سے زمین کی پیداوار لازمی طور پر دس گنا زیادہ بڑھ جائے گی۔ موجودہ حالت میں زمیندار سرمایہ داروں کو اپنا خوفناک دشمن سمجھتے ہیں۔ اور ایسا سمجھنے میں وہ بالکل حق بجانب ہیں۔ لیکن اگر سرمایہ دار یا ساہوکار اپنی دولت کو ایسے وسائل سے بڑھائیں۔ جن سے زمینداروں کو بھی اپنی مالی حالت کے سدھارنے کا موقعہ مل جائے۔ تو یہ ملک کے لئے یقیناً ایک نیک فال ہوگی۔

ملکی پیداوار کے مصرف کا سوال یورپ کے اندر کئی ایسی انجمنیں موجود ہیں۔ جو نہ صرف زراعت پیشہ آبادی کو مفید ایجادوں سے باخبر رکھتی ہیں۔ بلکہ اپنے ملک کو ان ایجادوں سے فائدہ پہنچانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتیں اس سے ایک طرف صنعت و حرفت کو ترقی سے انجمنوں یا کمپنیوں کو عظیم الشان مالی فوائد حاصل ہوتے ہیں اور دوسری طرف لاکھوں افراد بیکاری کے تباہ کن اثرات

سے محفوظ رہتے ہیں۔ افسوس ہے۔ کہ گورنمنٹ جموں وکشمیر میں کوئی ایسی انجمن نہیں۔ جو سائنٹیفک اصول پر ایسے کاروبار کی بنیاد قائم کرے۔ جس پر ملک کی حقیقی ترقی اور کامیابی کا انحصار ہے جو لوگ چشم بصیرت رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک جنگلات اور معدنیات ایک محکمے دولت کے لازوال خزائن ہیں۔ قیمتی لکڑی اور قیمتی پتھر کی ہر جگہ مانگ ہے۔ کشمیر کی نباتاتی دنیا میں رسوت زیرہ۔ انار دانہ۔ املتاس۔ ہرڑ۔ بھیڑہ۔ آملہ۔ گوچھیاں۔ بنفشہ۔ زعفران اور کثیر التعداد ایسی جڑی بوٹیاں ہیں۔ جن کی تجارت سے سرمایہ دار اور زمیندار دونوں دولت کے انبار فراہم کر سکتے ہیں۔ کس قدر حسرت اور افسوس کا مقام ہے۔ کہ معدنی اور نباتاتی خزائن کی اس ناقابل قیاس فراوانی کے باوجود زمیندار روح فرسا افلاس کے عذاب میں مبتلا ہیں۔ اور ساہوکار زمینداروں کے افلاس سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ کوئی قوم اسوقت تک خوشحال اور فارغ البالی کے اعلےٰ مقام تک نہیں پہنچ سکی۔ جب تک اس کے افراد سرمایہ اور محنت کے اشتراک سے بہرہ اندوز نہیں ہونگے۔

مجھے ندامت اور رنج کیساتھ اس امر کا اظہار کرنا پڑتا ہے کہ گورنمنٹ جموں وکشمیر کے بیشتر افراد تکبّر اور رعونت کے مرض میں مبتلا ہیں۔ وہ دوسرے سے سبق سیکھنا عار سمجھتے ہیں۔ وہ جاہل مطلق مگر اپنے آپ کو ہمہ دان سمجھتے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں جن کے گھر میں ایک پیسہ بھی نہیں۔ بال بچے بھوکے مر رہے

ہیں۔ مگر جہالت اور مشیخیت کا یہ عالم ہے۔ کہ کسی سے امداد کرنا تو درکنار۔ انہیں مشورہ لینے میں بھی عار معلوم ہوتی ہے۔ میں ریاست کے روشن خیال اور مآل اندیش سرمایہ داروں کو اس امر کی طرف خاص توجہ دلانا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ وہ ان اشیاء کی تجارت کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ جو فی روپیہ کئی من کے حساب سے غیر ممالک میں جاتی ہے۔ اور وہاں تیار ہو کر پھر ہمارے ملک میں واپس آتی ہیں۔ اور فی تولہ کئی روپے کے حساب سے فروخت ہوتی ہیں۔ کشمیر کی مصنوعات ممالک یورپ میں جاتی ہیں۔ (پیپر میشی) کے کارخانہ کو زیادہ فروغ دینا چاہیئے۔ کشمیر کے چاندی سونے کے تیار شدہ سامان کی اب بھی قدر کیجاتی ہے۔ اخروٹ کی لکڑی کا کام۔ آبی و برفانی جانوروں کی کھالوں کی تجارت۔ معدنیات میں سے ابرک۔ سیسہ۔ سُرمہ۔ سنگ مرمر۔ نہایت قیمتی اور کارآمد ہیں سیمنٹ اودھم پور کے نزدیک نالہ جھجر سے برآمد ہوتا ہے۔ تانبہ۔ لوہا۔ پتھر کا کوئلہ۔ ایلمینیم۔ ہڑتال وغیرہ وغیرہ ایسی معدنی اشیا ہیں۔ کہ جو شخص اُن کی تجارت سے فائدہ اُٹھانا چاہے۔ وہ محکمہ معدنیات سے دریافت کر کے کام شروع کر سکتا ہے۔ ریاست کے سرمایہ داران کو چاہیئے۔ کہ وہ کمپنی قائم کر کے ایک وسیع پیمانہ پر کاروبار شروع کریں اور معدنیات کے ماہرین کو ملازم رکھیں تاکہ سرکار کو یہ دیکھکر خوشی ہو۔ کہ میرے ملک کے آدمی افلاس کو دور کرنے کے قابل ہوگئے ہیں۔ اور موجودہ زمانہ کی ترقی میں حصّہ لے رہے ہیں۔ خوش

نصیب ہیں۔ ہم لوگ جنکا مہاراجہ ایسا بہی خواہ ہے۔ جو اپنے ملک کی فلاح و بہبود کا دل سے خواہاں ہے۔ اگر سرمایہ داران کاموں میں دلچسپی لیں گے۔ تو وہ ساہوکارہ بل کی تعریف کرینگے کہ مہاراجہ بہادر نے ان کو ایک بھولے ہوئے سبق کیطرف توجہ دلائی ہے۔ تاکہ روپیہ کا صحیح استعمال کر سکیں۔ اور محض سود ہی کو اپنا ذریعہ معاش نہ بنائیں۔

میں سرکار والامدار کی خدمت میں نہایت ادب کیساتھ یہ عرض کرونگا۔ کہ اگر جملہ ڈگریاں بحق ساہوکاران صادر شدہ واقساط مقرر شدہ عدالت بعد کٹوتی سود زر قرضہ زمیندارہ بنک خریدلے۔ اور زمینداروں کا قرضہ ساہوکاران کو ادا کر دیا جاوے۔ تو شاہوکار پیشہ لوگ بھی خوش ہو جاویں گے۔ اور بنک زمینداروں سے اپنا قرضہ با قساط وصول کرتا رہیگا اس ترکیب سے نہ صرف ساہوکار نقصان سے بچ جاوینگے۔ بلکہ زمیندار ہمیشہ کے لئے ساہوکار پیشہ سے نجات حاصل کرلیں گے اور اُن کے تعلقات بھی قائم رہیں گے۔

زمینداروں کے لئے خاص مراعات شری حضور مہاراجہ پرتاب سنگھ صاحب سرگباشی کے عہد حکومت میں جو درخت کسی زمیندار کے صحن یا مملوکہ اراضی میں خودرو ہوتا تھا۔ وہ سرکاری ملکیت سمجھا جاتا تھا۔ مگر موجودہ گورمنٹ نے یہ دیکھکر کہ زمینداروں کو سکونتی مکانات اور مویشی خانہ بناتے میں سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اسی ہزار مربع میل کے اندر لاکھوں روپے کی لکڑی محض اس لئے

ملکیت عامہ قرار دیدی - کہ رعایا کی پریشانی کا خاتمہ ہو جائے۔
کوتاہ بینوں کے لئے شاید یہ ایک معمولی بات ہو۔ لیکن اہل نظر
اس امر کا صحیح اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ ہز ہائینس کی گورنمنٹ نے
مالی نقطہ خیال سے کسقدر فیاضی اور ایثار سے کام لیا ہے۔

سری حضور مہاراجہ بہادر گلاب سنگھ صاحب سرگباشی
جی کے عہد حکومت سے ایک چوپایہ جانور نیل سر جو ہمارے ملک
میں گو ند کے نام سے مشہور ہے۔ زراعت پیشہ آبادی کیلئے
بلائے بے درماں چلا آتا تھا۔ یہ جانور جن کی تعداد لاکھوں
تک پہنچ گئی تھی۔ رعایا کی لہلاتی کھیتوں کے لئے برق خاطف
کا حکم رکھتا تھا۔ زمیندار اس موذی جانور کے ہاتھوں اپنی تباہی
اور بربادی کا منظر دیکھتے تھے۔ وہ اپنی آنکھوں سے خون کے
آنسو بہاتے تھے۔ اور فریاد بھی بلند نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ ارکان
حکومت اور پنڈت اس کو گائے کیطرح مقدس سمجھتے تھے۔ اگر
کوئی بدقسمت زمیندار اپنی فصل کو بچانے کے لئے نیل سر کو
ہلاک کر دیتا تھا۔ تو اُسے ریاست کے قانون کے مطابق دس
سال قید کی سزا دی جاتی تھی۔ مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب سرگباشی
جی کے جانشینوں کے دور حکومت میں ہندو اور مسلمان زمینداروں
کی طرف سے نیل سر کی تباہ کاری کے خلاف اعلیٰ احکام کے
سامنے بارہا درخواستیں پیش کی گئیں۔ مگر سب بے سود ثابت ہوئیں
کیونکہ حکام اس جانور کی ہلاکت کو مذہبی نقطہ خیال سے ایک
بہت بڑا پاپ سمجھتے تھے۔ اس طور پر مذہب کی آڑ میں زمینداروں

کی تباہی اور بربادی کا سلسلہ ایک عرصہ دراز تک جاری رہا۔ کیونکہ خود فرمانروا کو نیل سر کے خلاف حکم جاری کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ نیل سر کی خوفناک اور ناقابل قیاس تباہ کاری کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے۔ کہ ان جانوروں کے گلے کے گلے زمینداروں کی فصلوں پر رات کے وقت حملہ آور ہوتے تھے اور غریب کسان کی چھ ماہ کی کمائی ایک گھنٹے کے اندر نیست و نابود ہو جاتی تھی۔ زمینداروں کے بچے بھوک کے دردناک عذاب میں مبتلا ہوتے تھے۔ کئی ہزاروں کی تعداد میں قیدخانہ میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گئے۔ جنکا سوائے اسکے کوئی اور جرم نہ تھا۔ کہ انہوں نے اپنی فصل کو نیل سر سے بچانے کی کوشش میں اس پر حملہ کیا۔ اور وہ مر گیا۔

خدا بھلا کرے۔ مہاراجہ بہادر سر ہری سنگھ کا کہ آپنے اپنی زمیندار رعایا کی اس مصیبت اور نقصان سے متاثر ہو کر اس معاملہ پر خاص توجہ فرمائی۔ اور زراعت پیشہ اشخاص کی ایک کمیٹی طلب کی۔ جس میں ان تمام علاقوں کے ذیلدار طلب کئے گئے۔ کہ جن میں نیل سر کی بلا نازل ہوتی تھی۔ ۲۱ کمیٹی میں مختلف طبقے کے ہندو ذیلداروں نے جن کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ عاجزانہ درخواست کی۔ یا تو ہمیں اس آفت سے نجات دلائی جائے۔ یا ہمیں اس ملک سے باہر چلے جانے کا حکم دیا جاوے۔ اس کمیٹی میں جملہ ریاست کے ذیلداران و زمینداران بلائے گئے تھے۔ مہاراجہ بہادر نے سینئر ممبر کو

حکم دیا۔ کہ اس موذی جانور کے متعلق بنارس کے لایق اور فاضل
پنڈتوں سے استفسار کیا جاوے۔ جنہوں نے یہ رائے ظاہر کی
کہ نیل سر گائے کی طرح متبرک جانور نہیں ہے۔ کیونکہ اسکی
جسمانی ساخت گائے سے بالکل نرالی ہے۔ نیل سر کی گردن
ہرن کی ہے۔ ٹانگیں خچر کی۔ کوہان بیل کا۔ پشت اونٹ کی
لمبائی چوڑائی گھوڑے سے زیادہ یہ جانور گائے کیطرح گوبر نہیں
کرتا۔ بلکہ بکری کیطرح مینگنیں کرتا ہے۔ چنانچہ بنارس کے
پنڈتوں کی اس سند کی بنا پر ہز ہائینس نے رعایا کے نام حکم
جاری کیا۔ کہ نیل سر کو ہلاک کرنے کی اجازت دی جاتی ہے
زمینداروں نے اس حکم پر غیر معمولی مسرّت کا اظہار کیا۔
اور نیل سر کو اس سرگرمی سے ہلاک کرنا شروع کیا۔ کہ اب اسکا
کوئی خطرہ نہیں رہا۔ اسی سلسلہ میں مہاراجہ بہادر کی توجہ ایک
اور جانور کیطرف مبذول کرائی جاتی ہے۔ جو نیل سر کیطرح
زراعت پیشہ آبادی کو سخت نقصان پہنچاتی ہے۔ یہ جانور جنگلی
گائے ہے۔ جنگلی گائیں لاکھوں کی تعداد میں ہرنوں کیطرح آوارہ
پھرتی ہیں۔ اور زمینداروں کی فصلوں کو تباہ کر رہی ہیں
میں مہاراجہ بہادر کی حضور میں یہ ناچیز تجویز پیش کرتا ہوں کہ محکمہ
شکار گاہ کو حکم دیا جائے۔ کہ ریاست کے جس جس علاقہ میں جنگلی
گائے بیل کی وجہ سے زمیندار مصیبت میں مبتلا ہیں۔ وہاں
ضلع وار کچی دیوار یا تار آہنی کا ایک وسیع احاطہ تیار کیا جاوے
جس میں ہر تحصیل کے جنگلی جانور داخل کئے جائیں اس احاطہ

میں پانی پینے کے کچھے تالاب ہوں۔ دوسال تک کی عمر کے
نو عمر جانور نر و مادہ مناسب قیمت پر زمینداروں کے ہاتھ
فروخت کر دیئے جائیں۔ اس طور پر کاشتکار نہ صرف
بیلوں اور گایوں کی مضبوط نسل سے فائدہ اُٹھا سکیں گے۔
بلکہ خالص دودھ اور گھی کی فراوانی اور اسکی فروخت سے
محکمہ شکارگاہ کے اخراجات بھی پورے ہو جائیں گے +

قانون کاہچرائی

محکمہ کاہچرائی محکمہ جنگلات کا ایک ضروری شعبہ ہے۔ چونکہ ملک
کا رقبہ زیادہ تر غیر آباد اور غیر مزروعہ ہے۔ اس لئے اس شعبہ
کی آمدنی بھی سرکاری مالیہ میں شامل کیجاتی ہے۔ تاکہ اس
مد سے سرکاری آمدنی کی کمی پوری ہو جائے اور انتظامی
معاملات پر روپیہ صرف کرنے کی گنجائش نکل آئے۔ محکمہ
کاہچرائی کی آمدنی بھینس۔ بکری مویشی کی چرائی کی اُجرت
ہے۔ کیونکہ کثیر التعداد اشخاص کا ذریعہ معاش بھیڑ۔ بکری۔
گائے بھینس کی پرورش پر ہے۔ ان میں سے گائے اور بھیڑ
چرائی سے مستثنےٰ قرار دیئے گئے ہیں کیونکہ گائے کی پرورش
سے ملک کے اندر گھی اور دودھ کی فراوانی مقصود ہے۔ اور
بھیڑ کی اُون سے پشمینہ کی تجارت کو فروغ دینا مدنظر ہے۔

بکروال ۔ گوجر اور گدی زیادہ تر گھی کی تجارت کرتے ہیں۔
بھینسوں اور گایوں کا چارہ تو عام طور پر جنگل کی گھاس ہے لیکن
بکریاں گنجان درختوں کے اوپر چڑھ کر اُن کے پتے اور تنے کھا
جاتی ہیں اور نئے خودرو پودوں کو جن کی سرسبزی اور نشوونما
پر محکمہ جنگلات کی آمدنی کا انحصار ہے۔ نقصان پہنچاتی ہیں۔ اور
اس طرح درختوں کی نسل کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں۔ غرضکہ
اُنکی چرائی محکمہ جنگلات کے لئے موجب نقصان ہے۔ بکروال قوم
ایک خانہ بدوش قوم ہے جس نے آجتک عرصہ دراز کی رہایش
کے باوجود ریاست میں مستقل سکونت اختیار نہیں کی۔ اس
قوم کے لوگ موسم کی تبدیلی پر اپنا مکان بھی تبدیل کر دیتے ہیں۔
وہ حقیقی معنوں میں خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہی وجہ
ہے۔ کہ انہیں ملک کیساتھ کوئی اُنس نہیں۔ وہ دراصل ہری
جگ کہلاتے ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ اگر وہ ریاست میں
حقوق رہایش حاصل کر کے اپنی بستی بنالیں۔ تو اُن کا وجود
ملک کے لئے بہت مفید ہو سکتا ہے۔ ایک بستی بنانے کے بعد
وہ تجارت کی غرض سے ہر جگہ نقل مکان کر سکتے ہیں۔ لیکن موجودہ
صورت میں وہ رعایا ہونے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ اور اس لئے
حکومت کی کسی رعایت کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ بکریوں کی چرائی
سے واقعی جنگلات کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ اس لئے سرکار
نے اپنے نقصان کو پورا کرنے کی غرض سے کاہچرائی میں اضافہ
کیا ہے۔ مگر بھیڑ کی چرائی بالکل معاف کر دیگئی ہے۔

بکروال قوم کی جہالت اور ناعاقبت اندیشی ہے۔ کہ اس نے حقیقت پر غور کئے بغیر حکومت کے خلاف واویلا کرنا شروع کر دیا۔ ملک کی پولیٹیکل سوسائٹی نے بغیر غور وخوض کے علی الاعلان اُنکی درخواست پبلک عام میں حرف بحرف پڑھکر سنائی۔ جو اصول سیاست دانی کے سراسر خلاف ہے۔ بکروال اگر اپنے پیشہ کو فروغ دینا اور اس سے اپنی ذات اور اپنے کو فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں۔ تو انہیں بھیڑ بکری پر خاص توجہ کرنی چاہئے۔ جن سے قیمتی اون پیدا ہوتی ہے۔ اون کی پیداوار سے کشمیر کے تمام پشمینہ کے کارخانجات جو عمدہ اور کافی اُون نہ ہونے کیوجہ سے بند پڑے ہوئے ہیں۔ ...... اور لاپرواہی اور ناعاقبت اندیشی سے کالعدم ہو چکے ہیں۔ آج دوبارہ جاری ہو سکتی ہیں۔ بکروں کی فروخت سے جو فائدہ اُنہیں حاصل ہوتا ہے۔ وہ سال میں دو دفعہ اُنکی (اُون کی) فصل سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اسکے علاوہ اُنکی تجارت کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے۔ کہ اسکی بدولت تجارت سے لاکھوں انسانوں کی معاش کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ میں بکروال قوم کے رہنماؤں کو یہ مخلصانہ مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اپنے نادان دوستوں اور ناعاقبت اندیش صلاح کاروں کے مشورہ پہ کان نہ دھریں۔ اور مذکورہ بالا تجاویز پر عمل کریں۔ میں پھر کہتا ہوں۔ کہ انہیں سب سے پہلے ریاست کے شہری حقوق حاصل کرنے کی غرض سے مستقل سکونت اختیار کرنی چاہیئے۔ تاکہ ’جرائم پیشہ‘ قوم کا

جو سیاہ بدنما داغ اُنکی پیشانی پر نظر آتا ہے ۔مٹ جائے - خانہ بدوش اشخاص ہمیشہ جرائم پیشہ قرار دئے جاتے ہیں ۔ کیونکہ اُن کا کوئی پتہ نشان نہیں ہوتا ۔ اور وہ کسی قوم یا قانون کے ماتحت نہیں ہوتے ۔ اس لئے اسکی نگرانی ضروری ہوتی ہے ۔ اگر ان کو بکروں کی چرائی کم کرنی ہے ۔ تو وہ بکرو نکی تجارت کو رفتہ رفتہ کم کرتے چلے جاویں ۔ اور اُنکی بجائے وہ بھیڑیں پالنا شروع کردیں ۔ جنگی اُون سے وہ بہت زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں ۔ بھیڑ زمینداروں اور محکمہ جنگلات کے افسروں کے نقطہ خیال سے ایک بے ضرر جانور ہے ۔ اسکے مقابلہ میں بکرا جنگلات کے حق میں تباہ کن ثابت ہوا ہے ۔ اور بھیڑ کا گوشت بکرے کے گوشت کی نسبت زیادہ مرغوب اور لذیذ سمجھا جاتا ہے ۔ یورپینوں کے علاوہ طبقہ امرا بھی بھیڑ کے گوشت کو زیادہ پسند کرتا ہے ۔ مگر بکروال قوم نے آجتک ان باتوں پر غور نہیں کیا ۔ حکومت کا فرض ہے ۔ کہ وہ اُن کے نمبرداروں کو بلاکر یہ حقیقت اُن کے ذہن نشین کرے ۔ کہ اگر وہ زیادہ مالدار ہونا اور پُرامن زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں تو انہیں بکریوں کی بجائے بھیڑوں کی پرورش کی خاص توجہ کرنی چاہیئے ۔ جبتک وہ کسی خاص جگہ مستقل سکونت اختیار نہیں کرینگے ۔ اُن کی مشکلات کا کبھی خاتمہ نہیں ہوگا ۔ محکمہ جنگلات مال اور پولیس کے عہدیداران کے خلاف نقصان رسانی قتل ڈاکہ اور چوری کے مقدمات کا سلسلہ برابر جاری رکھیں گے

ان کا ریکارڈ پہلے ہی خراب ہے۔ زمانہ کے واقعات حیرت انگیز سرعت کے ساتھ تغیر پذیر ہو رہے ہیں۔ بکروال اقوام کے سربرآوردہ افراد کو چاہئے۔ کہ وہ اپنی موجودہ حالت ٹھنڈے دل سے غور کرنے کے بعد جسقدر جلد ممکن ہو سکے۔ زندگی کا ایک نیا دور شروع کر دیں۔ بکروال ہمارے بھائی ہیں۔ اور ہماری دلی آرزو ہے کہ اُنکی زندگی ملک وملّت کے لئے سرمایہ نازش ہو۔ اور انہیں اپنے حقوق سکونتی حاصل کرنے پر اپنی اولاد کو مواضعات متعلّقہ کے ابتدائی تعلیمی سکولوں میں تربیت کے لئے فوراً داخل کر دینا چاہئے۔ تاکہ وہ زمانہ کی نئی روشنی سے مستفید ہو کر جنگل کو منگل کی شکل میں تبدیل کریں۔ اور اُنکی آئندہ نسلیں اس علمی فیض کو حاصل کرنے کے بعد مہاراجہ بہادر سر ہری سنگھ کے دورِ حکومت کو نقش کالحجر کیطرح سینوں میں یاد رکھیں +

قانون شادی صغرسنی و کبرسنی

یہ قانون سوشل شکل میں مسلم و غیر مسلم دونوں کے لئے مفید ہے اسکے نفاذ سے ملک میں بردہ فروشی کے جرائم میں نمایاں کمی ہو گئی ہے۔ پہلے لوگ چھوٹی عمر کی لڑکیوں کی شادی عام طور پر بوڑھے آدمیوں سے کر دیتے تھے۔ لڑکی والے کافی روپیہ لیکر نابالغ معصوم لڑکی کو کسی بڈھے کھوسٹ کے حوالہ کر دیتے تھے اور

جب لڑکی جوان ہوکر گھر بسانے کے قابل ہوتی۔ تو شوہر راہی ملک عدم ہوجاتا تھا۔ لڑکی کے وارث مال ومتاع حاصل کرکے پھر کسی دوسری جگہ فروخت کر دیتے تھے اور اگر لڑکی شادی پر رضامند نہیں ہوتی تھی۔ تو وہ بیوگی کی حالت میں اپنی عصمت کے جوہر کو اپنے ہاتھوں ضائع کر دیتی تھی۔ کیونکہ ہندو شاستر کے مطابق ایک بالغہ بیوہ عورت اپنے افعال کی خود مختار ہے۔ اور کوئی شخص اُن میں دخیل نہیں ہوسکتا۔ ہندو شاستر نے مرد کے لئے شادی کی عمر پچیس سال کے بعد مقرر کی ہے۔ جسکو برہم چریہ آشرم کہا جاتا ہے۔ اور عورت کی سن بلوغ کے بعد اسوقت جب کہ اُسے اپنی مرضی کے مطابق خاوند مل جاوے۔ جیسا شرط سوئمبر کی رسم سے ظاہر ہوتا ہے۔ مہاراجہ بہادر کی گورنمنٹ نے صغر سنی و کبر سنی کی شادی کے لئے عمر کی جو حد قائم کی ہے۔ وہ تمدنی اور معاشرتی پہلو سے نہایت مفید ہے ملک کی آئندہ نسل اس قانون کی بدولت زیادہ طاقتور اور زیادہ عالی دماغ پیدا ہوگی۔ اور اس کا دماغ غلامی کے اثرات سے آزاد ہوگا۔ جو اپنی اعلیٰ دماغی کے باعث ہر قسم کی ایجادات و مصنوعات کو ترقی دینگے۔ آج سے سو سال پیشتر کے انسان موجودہ صدی کے انسانوں سے زیادہ قدآور اور طاقتور تھے اسکی بڑی وجہ یہی تھی۔ کہ ہندو اور مسلم بعد سن بلوغت فریقین کی شادی کرتے تھے۔ ہمارے روشن دماغ مہاراجہ بہادر نے شادی کے لئے لڑکی کی عمر ۱۴ سال اور لڑکے کی عمر ۱۶ سال مقرر فرمائی

ہے۔ پچاس سال کی عمر کا شخص ۱۴ سال سے کم عمر والی لڑکی کے ساتھ شادی کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ اس قانون کی خلاف ورزی کے لئے مختلف سزائیں تجویز کی گئی ہیں۔ عمر کی پابندی کے متعلق دیہات کے پٹواریوں اور شہروں کی میونسپلٹیوں کے متعلق اہلکاران کے نام تاکیدی احکام جاری کئے گئے ہیں۔ مختلف انجمنوں اور سوسائٹیوں کو علیحدہ اطلاع دیگئی ہے۔ کیا ہم لوگوں کو ایسے حاکم وقت کا شکر گذار نہیں ہونا چاہیئے۔ جس نے بلا تفریق مذہب و مِلّت ملک کی فلاح وبہبود کی غرض سے ایسے قوانین نافذ کئے ہیں۔ جن پر موجودہ و آئندہ نسلوں کی جسمانی اور دماغی ترقی کا انحصار ہے

قانون تحفظ ملازمت پُشتینی باشندہ ریاست

یہ قانون پُشتینی باشندہ ریاست بلا تفریق مذہب و مِلّت اپنے ملک کے نوجوان طبقہ کو زندگی کے اعلےٰ مقام تک پہنچانے کی غرض سے نافذ کیا گیا ہے۔ جموں و کشمیر میں اسوقت دو کالج اعلےٰ پیمانے پر چل رہے ہیں۔ جن سے کثیر التعداد طلباء ہر سال بی۔ اے ایم۔ اے اور ایل ایل بی کے امتحانات پاس کرکے زندگی کا ایک نیا دور شروع کرتے ہیں۔ قبل ازیں سابق مہاراجہ بہادر سری حضور پرتاپ سنگھ صاحب سُر گباشی کے عہد حکومت میں

جب کہ انگریزی خواندہ اشخاص کی تعداد ملک میں بہت کم تھی۔ گورنمنٹ کی یہی پالیسی تھی۔ کہ ریاست کے پرانے تعلیمیافتہ عنصر کو کمزور کیا جاوے۔ چنانچہ کونسل کے جو ممبر گورنمنٹ کیطرف سے بھیجے جاتے تھے۔ وہ ہر سال اپنے ہم وطن آدمیوں کی پرورش کے لئے بجٹ میں اسامیاں تجویز کرتے تھے۔ اور سرکاری وظیفہ پر اپنی اولاد و متعلقین کو ولایت میں تعلیم دلاتے تھے جس سے ریاست کے باشندوں کی حق تلفی ہوتی تھی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سال بسال بجٹ کے اخراجات کی زیادتی سے ریاست کی مالی حالت روز بروز زیادہ کمزور ہوتی گئی۔ غیر ملکی افسروں کی روش اسقدر غیر ہمدردانہ تھی۔ کہ انہوں نے ان لوگوں کو جو ریاست کے اصلی خیر خواہ تھے ملازمت سے برطرف کر دیا۔ ان کا مستقبل تاریک ہو گیا۔ وہ بیکاری اور ناداری کیوجہ سے اپنی اولاد کو تعلیم نہ دے سکے۔ باپ دادے کے وقت کا جو تھوڑا بہت سرمایہ تھا۔ وہ بیکاری کی نذر ہو گیا۔ اور اولاد جس سے انکی آرزوئیں وابستہ تھیں تعلیم سے محروم رہ گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یاس ناامیدی اور پریشانی کی حالت میں ریاست کے خیر خواہ باشندوں کے دلوں سے وفاداری کا جذبہ بتدریج فنا ہوتا گیا۔ افلاس اور بیکاری نے لوگوں میں اضطراب اور بے چینی پیدا کر دی اور ملک کی تعلیم یافتہ پارٹی یعنے کشمیری پنڈتوں نے باقاعدہ مطالبہ شروع کر دیا۔ آخر مہاراجہ بہادر نے صورت حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس حد تک ملازمت پیشہ لوگوں کے لئے پابندی لگا دی۔ کہ سمت ۱۹۴۲ بکرم

سے بیشتر یا اس سمت سے جو اشخاص ریاست کی حدود کے اندر
خواہ دکانداری یا ٹھیکہ داری یا ملازمت کے سلسلہ میں آئے ہوئے
ہوں۔ اُنکے حقوق کی حفاظت کیجاوے۔ کیونکہ ان لوگوں کے
بزرگوں نے ریاست میں عمر کا بہت سا حصہ صرف کیا ہے۔ اور
اتنے عرصہ کے اندر اُنکے اور اُنکی اولاد کے دلوں میں ریاست
کی خیر خواہی کے جذبات ایک گہرا اثر پیدا کر چکے ہیں۔ اس لئے
اُنکی اولاد کو سب سے پہلے ملازمت ملنی چاہیئے۔ ہندوستان
میں سوراجیہ مانگنے والوں کا بھی یہی مقصد ہے۔ کانگرس و دیگر
سیاسی پارٹیاں کسی نہ کسی نوعیت میں گورنمنٹ انگلشیہ سے یہی
مطالبہ کر رہی ہیں۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے۔ کہ ہمارے ملک
کے بعض اخبار نویس حق و باطل میں تمیز نہیں کر سکتے۔ اور وہ
اس گورنمنٹ کو جو رعایا کو پورے حقوق دے رہی ہے۔ بُری نگاہوں
سے دیکھتے ہیں۔ میں بڑے ادب کیساتھ ہز ہائینس بہادر کی
گورنمنٹ کو اس امر کیطرف توجہ دلانا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ
ریاست کے عام پشتینی باشندوں پر اُن لوگوں کے حقوق
مقدم سمجھیں جائیں۔ جن کے بزرگوں نے سری حضور مہاراجہ
گلاب سنگھ سُرگباشی کے دور حکومت میں حکومت کی خیر خواہی
اور وفاداری کا عملی ثبوت دیا۔ پرانے خاندان جملہ راجپوتان دیوانان
ایمن آباد۔ قانونگوشیان ڈوگرہ و وزیران ڈہوک بہدرواہ و کشمیری پنڈتان
کاک وغیرہ مہاراجہ بہادر کی خاص سرپرستی اور توجہ کے محتاج ہیں چونکہ
مسلمان آبادی کا جزو غالب ہیں۔ اس لئے حکومت کے نافذ کردہ

قانون سے مسلمان زیادہ مستفید ہو سکتے ہیں - افسوس ہے - کہ ملک کے مسلمان باشندے تعلیم کی کمی کے باعث ریاست کے معزز عہدوں پر فائز نہیں - اور جو مسلمان افسران عہدوں پر فائز نظر آتے ہیں - وہ غیر ملکی ہونے کی وجہ سے ریاست کے پشتینی باشندوں کے ساتھ اس ہمدردی کا اظہار نہیں کرتے - جس کی ان سے توقع کی جاتی ہے - حالانکہ یہ اُنکا فرض منصبی ہے - کہ ریاست کی مسلم رعایا کی ہر طرح سے دلجوئی کرتے رہیں - ریاست میں مسلمانوں کی موجودہ افسوسناک پستی کی سب سے ذمہ داری زیادہ تر ان مولویوں اور پیروں پر عاید ہوتی ہے - جو آجتک انگریزی پڑھنے والوں پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں - اگر مذہبی پیشوا اپنے ہادئے برحق محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک ارشاد پر عمل کرنا اپنا مقدس فرض سمجھتے کہ ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت کے لئے تعلیم لازمی ہے - تو آج تعلیمی پہلو سے کشمیر کے مسلمانوں کا پایہ بہت بلند ہوتا - مسلمانوں کی اس سے زیادہ بدقسمتی اور کیا ہو سکتی ہے - کہ باوجودیکہ ریاست میں کالج اور مدرسے قائم ہیں اور پھر بھی تعلیم میں مسلمان کچھ پیچھے ہیں -

مسلمانوں کی پستی کے اسباب طلباء کو وظائف دئے جاتے ہیں مگر مسلمان علم کی دولت سے محروم ہیں - مذہبی پیشواؤں کو یہ خطرہ ہے - کہ اگر مسلمان تعلیم کی طرف زیادہ مایل ہو گئے اور ان کی آنکھیں کھل گئیں تو ان کے اقتدار کا جو انہیں اسوقت حاصل ہے ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جاوے گا - کاش وہ اس حقیقت پر غور کریں

کہ اُنکی یہ خود غرضی اور نفس پرستی عام مسلمین کے لئے کس قدر تباہ کُن ثابت ہو رہی ہے۔ اسلامی نقطہ خیال سے کوئی جرم اس سے زیادہ سنگین نہیں ہو سکتا۔ کہ مذہبی پیشوا عوام کی جہالت اور کمزوری سے فائدہ اُٹھائیں۔ اسلام کے حقیقی اور سچے پیشوا وہی ہیں۔ جو مسلمانوں کو صراط مستقیم دکھائیں اور اُن کی دین اور دنیا کو درست کرنے کے لئے پوری سرگرمی کیساتھ عملی وسایل اختیار کریں

پشتینی باشندگان ریاست کی سرفرازی کا خاص خیال

سری حضور مہاراجہ بہادر پرتاب سنگھ صاحب سرگباشی جی کے عہد حکومت میں اول تو کسی اعلےٰ ملازمت پر دیسی باشندہ ریاست نظر ہی نہیں آتا تھا۔ کیونکہ اعلےٰ عہدوں پر اکثر اعلےٰ التعلیم یافتہ آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جن کے لئے اُن عہدوں پر لائے جانے کی کوئی تدبیر نہیں نکالی گئی تھی۔ اگر کبھی سرکار نے از راہ نوازش کسی لڑکے کو ولایت (انگلستان) روانہ کرنے کے لئے تیار کیا۔ تو غیر ممالک کے وہ آدمی جو اعلےٰ عہدوں پر ممتاز ہوتے تھے۔ اصل باشندگان ریاست کو محروم رکھکر اپنی اولاد کو ولایت بھیجتے رہے۔ اور سرکار کا وظیفہ باشندگان غیر کی نذر ہوتا رہا۔ اور اسیطرح اصل باشندے ہر طرح کے مفاد سے محروم رکھے گئے۔ اور اُنکی نسل کمزور حالت میں رہی۔ مہاراجہ بہادر سر ہری سنگھ جی نے مختلف شعبہ جات کے لئے لاکھوں روپیہ کے وظایف سالانہ مقرر کر دیئے ہیں۔ اور ہندوستان کے اندرونی حصہ میں اعلیٰ تعلیم کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے دنیز

ممالک یورپ۔ امریکہ۔ جاپان وغیرہ بیسیوں کی تعداد میں طالبعلم ریاست کے خرچ پر روانہ ہوتے ہیں۔ امید ہے۔کہ چند سالوں پر جملہ ممتاز عہدوں پر پشتینی باشندگان ریاست معمور بھرپور ہونگے اور غلط عامہ شکایات جلد تر رفع ہوجاوینگی۔ سرکار والامدار نے اپنی تخت نشینی کے پہلے سال ہی یہ سکیم پاس کرکے روپیہ فراہم کیا اور طالب علم ولایت روانہ کئے گئے۔ ہمارے مایہ ناز کشمیری پنڈتان کو اپنی تعلیمی ترقی کے باعث اس سکیم سے اچھا خاصہ فائدہ پہنچا ہے۔ اور مسلمانان ریاست کی مقدار جس قدر اس قابلیت کے باعث مستحق تھی۔ اُن کو بھی حصہ رسدی ملچکا ہے۔ اور آئندہ بھی سرکار کا خیال اُن کے عنصر مساوی کی پرورش کا ہے۔ مگر یہ فرقہ ہنوز تعلیم میں پیچھے ہے مسلمانوں کو بہت جلد اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ مہاراجہ بہادر کی روشن ضمیری اور ملک کی بہتری کی گہری پالیسی کا ملک والوں کو بیحد شکرگذار ہونا چاہیئے اور غلط پروپیگنڈا کرنیوالوں کو وجوہات اصلاح ملکی و دلائل سے شرمندہ و پامال کرنا چاہیئے۔ جو ہر باشندہ ریاست کا بہ حیثیت ایک وفادار و نمک حلال ہونے کے فرض اولے ہے

جملہ رعایا ریاست کو پختہ طور پر ذہن نشین رکھنا چاہیئے۔ کہ اُنکی موجودہ و آئندہ نسلوں کی ترقی کا راز صرف اسی ایک معمہ تحفظ حقوق پشتینی باشندہ ریاست میں مضمر ہے +

قانون انسداد بردہ فروشی

بردہ فروشی کا ناپاک پیشہ اس ملک میں ایک عرصہ دراز سے رائج تھا۔
بیرون علاقہ کے بہت سے لوگوں نے اسکو اپنا ذریعہ معاش بنا رکھا
تھا۔ اس جرم کی بدولت سینکڑوں گھر تباہ و برباد ہو گئے بدمعاش
لوگ ریاست کی نوجوان عورتوں کو لالچ دیکر باہر لیجاتے تھے جنکی
زندگی فسق و فجور میں بسر ہوتی تھی۔ ریاست میں ان بدمعاشوں
نے اڈے بنا رکھے تھے۔ مفصلات میں عورتیں باقاعدہ خریدی
جاتی تہیں۔ اور انکی فروخت سے منافعہ کثیر حاصل کیا جاتا تھا
عورتیں زیادہ تر لائیل پور۔ مانجھہ اور مالوہ۔ نیز کوئٹہ۔ پشاور
بمبئی تک زناہ کاری کے لئے چکلوں میں لیجائی جاتی تہیں اور
مانجھہ مالوہ میں سکھوں کے ہاتھ فروخت کیجاتی ہیں۔ مہاراجہ بہادر
نے ایک خاص قانون کے نفاذ سے اس ناپاک تجارت کا خاتمہ
کر دینے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ ملزموں کے لئے سخت سزائیں
تجویز کی گئیں۔ محکمہ سی۔ آئی۔ ڈی کے عہدیدار بردہ فروشی کی
بیخ کنی کے لئے پوری سرگرمی سے کام کر رہے ہیں۔ اور علاقہ غیر
کے سٹیشنوں پر جہاں سے عورتیں بذریعہ ریلوے گاڑی بڑے
بڑے شہروں میں پہنچائی جاتی تہیں۔ سخت نگرانی کی جاتی ہے
محکمہ پولیس کے اعلےٰ ذمہ وار بیدار مغز افسر مسٹر ونکفیلڈ
صاحب بہادر و نیز کرنل ٹھاکر گندھرپ سنگھ صاحب انسپکٹر

جنرل پولیس گورنمنٹ جموں و کشمیر ایک نہایت مستعد اور تجربہ کار
افسر ہیں۔ اور اس امر کی کوشش کر رہے ہیں۔ کہ ان کا محکمہ انتظامی
پہلو سے علاقہ انگریزی کی پولیس کے ہم پلہ ہو جائے۔ ریاست کے
سپاہیوں کی تنخواہیں۔ وردیاں۔ گریڈ سب پنجاب پولیس کے برابر
ہیں۔ بلکہ ریاست کی پولیس کو بعض معاملات میں رعایت دی
گئی ہے۔ علاوہ ازیں اس ناپاک جرم کے خلاف اسکی بنیادیں
کھوکھلی کرنیوالا۔ شجاع شاہی خاندان کے خیرخواہ حقیقی ہونے کے
علاوہ فدائے وطن جناب گورنر ٹھاکر کرتار سنگھ صاحب ہیں۔
جنہوں نے اپنے ایام گورنری میں ملک کے ہر حصہ کے کونہ کونہ
میں دورہ کر کے جرائم بردہ فروشی کے اڈوں کی دریافت کی
اور ملزمان کو عبرتناک سزائیں دیکر بدمعاشوں کا قلع قمع کر دیا۔
شہروں کے اندرونی حصوں میں کوٹھی چھلے یعنے مخرب الاخلاق
مستورات کی زناہ کاری کے اڈے بنے ہوئے تھے۔ جنکو گورنر
صاحب موصوف کی جدوجہد نے بالکل صاف کر دیا ہے اور وہ بدمعاش
عورتیں و قمارباز و زناہ کار جو محض علاقہ غیر سے اسی غرض کی
خاطر شہر میں وارد ہوتے تھے۔ اُنکی آمد کی قطعاً روک تھام ہو گئی
ہے۔ اور حکومت کے رعب سے بدکردار ہراساں نظر آتے
ہیں۔ اور اس ناہنجار گناہ کو ترک کر کے کاروبار ی دنیا میں
مصروف ہو گئے ہیں۔ اس سے پیشتر کوئی ایسا حاکم اعلیٰ ریاست
میں ہرگز تعین نہیں ہوا۔ جو رعایا کے جملہ احساسات کو مدنظر رکھکر
اُن کا تدارک مناسب کرتا۔ آپ کی ذات ستودہ صفات میں

بے تعصّبی کا جوہر ایک خاص جوہر ہے۔ جو دنیا کے بہت کم اشخاص میں پایا جاتا ہے۔ آپ قوم راجپوت شاہی خاندان کے برگزیدہ و ممتاز خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اپنی خاندانی کی نظیر نہیں رکھتے۔ شاہی جاگیر وار ہیں۔ سرکار والامدار جی نے اُن کی ذاتی قابلیّت پر غور فرما کر بعد تجربہ خود بتدریج ترقی عطا فرمائی ہے اور آپ کو وزارت سلطنت گورنمنٹ جموں و کشمیر کا سب سے اعلےٰ عہدہ عطا فرمایا گیا ہے۔ امید ہے۔ کہ غریب رعایا ایسے مدّبران خیر خواہان وطن کے زیر سایہ ہر طرح کا آرام و آسائش دیکھے گی اور رعایا کی خوشنودی سے حکومت کا بازو مضبوط ہو گا۔ آپ نے بردہ فروشی کے انسداد کے لئے خاص طرز اختیار کی ہے۔ جو آجتک کسی حکومت کو نہیں سوجھی۔ آپ نے تعزیری سزا کے علاوہ مجرموں کے اخلاقی سدھار کے لئے مولوی و پنڈت ملازم رکھے ہیں۔ جو ضلع وار و تحصیل وار مواضعات میں جا کر وعظ و ویاکھیان کرینگے۔ اور اس گناہ کی سزا کے متعلق جو مذہبی شکل میں رہنمایان نے بتائی ہیں۔ بیّن طور پر روشنی ڈالیں گے سورگ۔ نرگ یعنے بہشت و دوزخ کا منظر پیش کرینگے۔ یہ جرم ایک ایسا ناپاک فعل ہے۔ کہ جس کے مختلف نتائج بدپیدا ہوتے ہیں۔ جس شخص کی عورت لڑکی۔ بہن یا رشتہ دار اغوا ئے کیجاوے اور اغوا کے بعد بازار میں فروخت کیجاوے۔ اس کے ننگ و ناموس کے چلے جانے پر اس کے دل کی حالت کو دریافت کیا جاوے کہ وہ اشتعال میں آکر قتل و غارت پر اُمڈ آتا ہے۔ گویا ایک جرم سے

سینکڑوں جرم واقعہ ہو جاتے ہیں۔ اگر اس جرم کو ام الجرائم کہا جائے تو اس میں کوئی شک نہیں؛

قانون انسدادِ رشوت ستانی

سرکار والامدار نے رشوت ستانی کے انسداد اور رعایا کے غریب افراد کو ظالم اہلکاروں کی حرص و آز سے بچانے کے لئے چند اعلےٰ افسروں کی ایک کمیٹی بنائی ہے۔ اسوقت تک چند ایک جوڈیشل و مالی افسران اس کی زد میں آچکے ہیں۔ مگر بعد تحقیقات قانونی سزا علٰحدہ اور محکمانہ سزا علٰحدہ تجویز کی جاتی ہے۔ افسروں و اہلکاروں کے دلوں پر اس کمیٹی کا خوف طاری ہو گیا ہے۔ اور بہ نسبت سابقہ رشوت ستانی کا بازار سرد پڑ گیا ہے۔ امید ہے کہ اگر افسران بالادست کی سرگرمی اور فرض شناسی کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو ملک بہت جلد رشوت ستانی کے متعدی مرض سے جس سے رعایا کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ پاک اور صاف ہو جائیگا اور رعایا خوش و خورم نظر آئے گی۔ رعایا پر اس قانون کا بہت اچھا اثر ہوا ہے۔ لیکن پوری کامیابی صرف اسی صورت میں ممکن ہے۔ کہ صحیح حالات اور اطلاعات بہم پہنچانے کا فرض محکمہ سی۔ آئی ڈی کے معتبر و خیر خواہ رعایا باشندگان ریاست کے سپرد کیا جائے۔ مہاراجہ بہادر کے پاس جب کبھی کسی اعلےٰ افسر کی شکایت

رشوت ستانی پہنچی ہے۔ حضور نے بلا تامل فوراً ایکشن لیکر پوری تحقیقات کے بعد عبرت ناک سزائیں دی ہیں۔ تاکہ آئندہ کے لئے ایسے فعل شنیعہ کا کوئی افسر مرتکب نہ ہو۔ اور غریب و پیاری رعایا ہر قسم کے ظالمانہ اثرات سے محفوظ رہے۔ کسی حکومت کے اندر آج تک ایسی انسدادی کمیٹی رشوت ستانی قائم نہیں۔ مگر ابھی مزید غور کی محتاج ہے۔ اور ہر افسر بالادست کے لئے لازم ہے۔ کہ علاقہ جات متعلّقہ میں ہمدردانہ دورہ کر کے اطلاعات موصول ہونے پر انسداد فرما دیں۔ نیز مخلوق عامہ کو بھی حکومت کا ہاتھ بٹانے میں کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ وہ خود رشوت دینے سے پرہیز کریں۔ اور ایسے افسران جو رشوت خوری کے عادی ہیں۔ اُنکے ریکارڈ سے حکام بالادست کو صحیح و معتبر اطلاعات بہم پہنچائیں۔

قانون انسداد بیگار

یہ قانون طبقہ غربا کے لئے از حد مفید ہے۔ کیونکہ طبقہ امرا کے لئے لوگ و افسران کے اہلکاران مفصلات میں دورہ کرنے کے موقعوں پر کار سرکار کے بہانہ سے بلا کر اُن سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے تھے۔ کہ جس کام کے لئے دس آدمیوں کی ضرورت ہوتی اس کے لئے سو آدمیوں کو بلا وجہ تحصیل میں روکا جاتا تھا۔ اُنکے گھوڑے۔ خچریں و دیگر مویشی۔ باربرداری وغیرہ بیگار میں رکھے

جاتے تھے۔ اور بلا اُجرت غریب لوگوں کو کئی کئی دنوں تک انہیں اپنے کاروبار سے محروم رکھا جاتا تھا۔ اُن کے بچے اور عورتیں کس مپرسی کی حالت میں سخت مصیبت میں مبتلا ہوتی تھیں۔ ایک طرف تو یہ ظلم دوسری طرف بجائے اُجرت دینے کے اُلٹی رشوت لیکر انہیں چھوڑا جاتا تھا۔ اب سرکار نے یہ حکم صادر کیا ہے۔ کہ کوئی شخص بیگار میں نہ پکڑا جاوے۔ ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے کسی کا اسباب مناسب اجرت پر اُٹھاوے۔ تو اُسے اختیار ہے۔ کوئی اُس پر جبر و تشدد نہیں کر سکتا۔ اور ہر ایک پڑاؤ کی اُجرت وغیرہ تحصیل میں مقرر کی گئی ہے۔ اگر کوئی افسر یا اہلکار اسباب اُٹھانے کی اُجرت نہیں دے گا۔ تو اس سے سخت بازپرس کیجاتی ہے۔ جب سے یہ قانون جاری ہوا ہے۔ طبقہ غربا کے لوگ زیادہ مستفیض نظر آتے ہیں۔ تمام ریاست کے غربا طبقہ پر اس قانون کا بہت اچھا اثر ہوا ہے۔ لوگ ہر طرح خوش و خورم نظر آتے ہیں۔ اور مہاراجہ بہادر کی درازئے عمر و قیام سلطنت کے لئے شب و روز دعاگو ہیں۔ یہ نمک خوار قدیمی عرض کرنے کی مودبانہ طور پر جرأت کرتا ہے۔ کہ سرکار والا مدار کو ریاست ہذا کا علاقہ پونچھ و علاقہ چینینی و علاقہ رام کوٹ جو گورنمنٹ جموں و کشمیر کا ایک جزو عظیم ہیں۔ اسکی اصلاحات کی ذمہ واری بھی آپ پر عاید ہوتی ہے۔ اسلئے استدعا ہے۔ کہ جملہ ریلیف مشن ان حصہ عظیم جزو ریاست میں حکمی شکل میں مروّج کیجاویں۔ تاکہ کثیر التعداد خلق خدا حضور کے فیض سے مستفیض ہو سکے۔ نیز سری راجہ جگت دیو سنگھ جی کی

توجہ اس امر کیطرف خاص طور پر منعطف کرائی جاتی ہے۔ کہ وہ بھی
اپنی رعایا کو ان جملہ مفید قوانین سے بہرہ اندوز فرماویں۔ اور اُن
رکھو کھا کو جو اسوقت تک بیکار حالت میں ہیں۔ اور اراضیات
زرعی کو کمی کیطرف لے جا رہی ہیں۔ اور خاص طور پر جنگلی جانور
درندوں کا گھر بن رہی ہیں۔ جس سے زراعت پیشہ لوگ ازحد
تنگ آئے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جنگلی سؤر و دیگر موذی جانور جو
موجب نقصان جان و مال زمینداران ہیں۔ ہلاک کیئے جاویں۔
اور غیر مزروعہ اراضی کو زیر کاشت لاکر آمدنی مالی بڑھائی
جاوے۔ اور شکایت عامہ زمینداران دور کی جاوے*

ندی نالوں پر پُلوں کے محصول کی معافی

گورنمنٹ ہذا میں ہر ایک پُل سے پار اُترنے کی اُجرت مقرر تھی یہ
ایک پُرانا قانون تھا۔ مہاراجہ بہادر نے اپنی جانشینی کی مسرت
انگیز تقریب پر اس قانون کو منسوخ کردیا۔ پُلوں کی آمدنی تین
چار لاکھ روپیہ سالانہ تھی۔ ساہوکاروں کو عموماً اور طبقہ غربا کو خصوصاً
بہت سا فائدہ ہوا ہے۔ مہاراجہ بہادر اپنی رعایا کی چھوٹی سی
چھوٹی تکلیف سے بے خبر نہیں ہیں۔ گورنمنٹ کی ہر ایک بات
آپ کے گوش مبارک تک پہنچ جاتی ہے۔ مہاراجہ بہادر پبلک
کی تکلیف کو دُور کرنے کے لیئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ اور اُنکی

مشکلات کے حل کو اپنی ذمہ واری اور فرض اولے سمجھتے ہیں۔ دور اندیشان قوم وہر فرد رعایا کو غور کرنا چاہیئے۔ کہ سرکار والا مدار نے اس حکم کے جاری کرنے میں آمدنی کے بارہ میں کس قدر ایثار فرمایا ہے۔ جو اور کسی گورنمنٹ میں ہرگز دیکھنے میں نہیں آئے گا +

لازمی ابتدائی تعلیم پرائمری مدارس کا نظام

کیا ان افسوسناک اور یاس انگیز حالات میں ہز ہائینس کی گورنمنٹ کی یہ کارروائی قابل ستایش نہیں ہے۔ کہ اُس نے تمام ملک میں پرائمری مدارس کا ایک وسیع نظام قائم کر دیا ہے۔ اور ایک تجربکار بنگالی کو محکمہ تعلیم کا ڈائرکٹر مقرر کیا ہے۔ کیا ہز ہائینس کی گورنمنٹ کی یہ اعلیٰ درجہ کی فرض شناسی نہیں ہے۔ کہ اُس نے پرائمری تعلیم کو لازمی قرار دیکر جہالت کی بیخ کنی کا تہیہ کر لیا ہے مگر اسپر بھی لوگوں میں چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ کہ ان کے بچوں کو جبراً پڑھایا جاتا ہے۔ تو یہ اُنکی نادانی ہے۔ والدین کو اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے معاملہ میں بسا اوقات جبر اور سختی سے کام لینا پڑتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ یہ جبر اور سختی بعد میں کس قدر مفید نتائج پیدا کرتی ہے۔ ریاست کے مسلمان باشندے جہالت کے خوفناک مرض میں مبتلا ہیں۔ ان کے اکثر

مرض کا سوائے اسکے اور کوئی علاج نہیں۔ کہ حصول تعلیم کے لئے جبر سے کام لیا جائے۔ کشمیر کی مسلم رعایا ایک مریض کی حیثیت رکھتی ہے۔ جو کڑوی دوا کو حلق سے اتارنا نہیں چاہتا حالانکہ اسی تلخ دوا کے استعمال پر اُسکی صحت کا دارومدار ہے۔ آخر جب اِسے صحت حاصل ہو جاتی ہے۔ تو وہ عمر بھر کے لئے اپنے معالج کا شکر گذار رہتا ہے۔ ہز ہائینس نے اپنی رعایا کے لئے وہی کام کیا ہے۔ جو اُن کے مذہبی پیشواؤں کو کرنا چاہیئے تھا۔

ہندوستان کے اسلامی حلقوں میں سر سیّد مرحوم و مغفور کا نام خاص ادب اور احترام سے لیا جاتا ہے۔ ایک زمانہ تھا۔ کہ ناعاقبت اندیش مولویوں نے مرحوم پر کفر کے فتوے لگائے تھے مگر کفر کے مسلسل حملوں سے اس الوالعزم اور کوہ وقار انسان کے پائے ثبات میں ذرا بھی لغزش نہ آئی۔ اور آخر یہ علیگڈھ میں مسلمانوں کے لئے ایک ایسی عظیم الشان درسگاہ قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ جس کے نتائج اظہر من الشمس ہیں۔ کفر کے یہ فتوے فرزندان اسلام کی دینی اور دنیاوی ترقی کے راستہ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔ مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ وہ اس رکاوٹ کے دور کرنے میں اپنی پوری قوت سے کام لیں۔ اسلامی انجمنوں اور دیگر سبھا سوسائیٹیوں کا فرض ہے۔ کہ وہ کشمیر میں ابتدائی تعلیم کو لازمی قرار دینے کے متعلق ہز ہائینس مہاراجہ بہادر کی گورنمنٹ کے شکریہ کا رزولیوشن پاس کریں۔ تاکہ اپنے محسن کی ممنونیت کا اظہار ہو۔

زراعتی تعلیم کی ضرورت

اس امر کا باعث دریافت کرنا کہ اہل ہند فن زراعت میں کیوں خاطر خواہ ترقی نہیں کر سکے۔ زیادہ مشکل نہیں۔ پہلی وجہ تو یہ ہے۔ کہ جن لوگوں کے ہاتھوں میں یہ کام رہا ہے وہ عموماً بالکل ناخواندہ اور ترقی کے اصولوں سے محض ناواقف رہے ہیں اور دوسرے یہ کہ ہمارے ملک کے خواندہ اشخاص جو عموماً نوکری کے دلدادہ اور محنت و مشقت کے کاموں سے دل برداشتہ ہوتے ہیں۔ اس فن کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور اسکی طرف واجبی توجہ نہیں کرتے۔ وہ یہ خیال نہیں کرتے۔ کہ ' اتم کھیتی مدہ بیوپار، نکھد چاکری بھیک گنوار، کے مقولہ کے مطابق سب سے اُتم یعنے افضل پیشہ کاشتکاری ہے۔ اُنکی غفلت کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ ہمارے ملک کے زمینداروں کو لنگوٹی تک بھی نصیب نہیں ہوتی۔ اور مارے افلاس کے ہمیشہ قرض کے پھندوں میں پھنسے رہتے ہیں۔ خصوصاً اس نازک زمانہ میں جب کہ ہر ایک ملک قریباً ہر ایک معاملہ میں ایک دوسرے کے مقابلہ کی دھن میں لگا ہوا ہے۔ ہمیں بھی ترقی کے میدان میں گامزن ہونا چاہئے۔ گو عام تعلیم کے فواید سے اب تمام دنیا واقف ہے۔ اس سے دماغ روشن عقل تیز اور خیالات شستہ ہوتے ہیں۔ اچھی اور بُری بات میں تمیز کرنے اور نفع اور نقصان سوچنے کی طاقت بڑھجاتی ہے اسی کی بدولت انسان حیوانی درجہ سے نکلکر انسانی درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ کیونکہ بغیر کسی نہ کسی تعلیم کے انسان درحقیقت ایک حیوان ہی رہتا ہے۔ جس سے جو شخص چاہے اسکی ناک میں نکیل ڈالکر اپنی مرضی

کے مطابق کام لیتا رہتا ہے۔ ہز ہائینس کی گورنمنٹ نے اگرچہ بہت سی جگہ مدرسے قائم کر دیئے ہیں۔ لیکن پڑھنے یا نہ پڑھنے کا فیصلہ بھی اَن پڑھ اور جاہل لوگوں پر ہی چھوڑ دیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ زمینداروں کے دو فیصدی لڑکے بھی ابھی تک تعلیم حاصل نہیں کر رہے۔ خادم ملک و قوم کے استدعا ہے۔ اگر ہماری گورنمنٹ تمام ملک میں جبری اور لازمی تعلیم کا قانون پاس کر دے تو دس سال میں ہی سارے کا سارا ملک تعلیم سے بہرہ ور ہو جائے گا۔ لیکن زمینداروں کی حالت تب تک پورے طور پر سدھر نہیں سکتی۔ جب تک اُنہیں اُنکے اپنے پیشہ یعنے زراعت کی تعلیم نہ دیجاوے۔ مگر یہ تعلیم ایسی ہونی چاہیئے۔ جو نئے تجربات پر مبنی ہو۔ اور کتابی تعلیم کے ساتھ اس فن کی عملی تعلیم کا بھی مناسب انتظام ہو۔ ہماری گورنمنٹ نے محکمہ زراعت کو زمیندار رعایا کی سہولیّت کے واسطے بہت وسیع کر دیا ہے۔ ملک جرمنی میں جو ایک مشہور صنعتی ملک ہے۔ چاروں طرف زراعتی سکولوں اور کالجوں کے جال بچھے ہیں۔ انگلینڈ میں بھی جہاں زراعت کے لئے کافی زمین نہیں اور جہاں کے باشندوں کا خاص گذارہ صنعتی اور تجارتی کاموں پر ہے۔ سینکڑوں زراعتی سکولوں کے علاوہ ڈیڑھ درجن سے زیادہ زراعتی کالج موجود ہیں۔ جبکہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں جہاں کی آبادی ہندوستانی آبادی کا صرف تہائی حصّہ ہے۔ اسوقت عالیشان زراعتی ۵۵ کالج اور ۲۵۰۰ سے زیادہ زراعتی ہائی سکول پائے جاتے ہیں۔ امید ہے کہ ہماری

گورنمنٹ بھی اس نیک کام کی طرف توجہ فرمائے گی۔ اور سارے ملک میں زراعتی سکول اور زراعتی فارم کا جال بچھا دے گی۔ مذکورہ بالا مراعات تب ہی مفید ثابت ہو سکتی ہیں جبکہ کسان کا بچہ بچہ عام تعلیم سے بہرہ ور ہو۔ یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے جبکہ پرائمری تعلیم سارے ملک میں لازمی اور جبریہ کیجاوے لیکن پرائمری سکولوں میں بھی صرف وہی مضامین رکھے جاویں۔ جو بعد میں کچھ فائدہ پہنچا سکیں۔ سائنٹیفک زراعت کی تعلیم کی اشاعت کے لئے مندرجہ ذیل تجاویز مفید معلوم ہوتی ہیں۔

۱۔ ہر ایک مشہور گاؤں اور قصبہ میں زراعتی ہائی سکول قائم کئے جاویں۔ یا موجودہ ہائی سکولوں میں زراعتی تعلیم کا نصاب جاری کیا جاوے۔ اور ہر ایک سکول کے ساتھ تجربات کے لئے ایک ایک وسیع کھیت بھی لگایا جاوے جہاں طالب علم فن کاشتکاری کے سب کام عملی طور پر اپنے ہاتھوں سے سرانجام دے۔

۲۔ ایسے سکولوں میں ملک کے حالات کے مطابق کلیں بھی رکھی جاویں۔ جو زراعتی کاموں کے لئے مفید ہوں۔

۳۔ ہر ایک صوبہ میں سب سے بڑا زمینداری کالج ہو جہاں چھوٹے چھوٹے اسکولوں کے لئے استاد پیدا کئے جائیں۔

۴۔ ہر ضلع میں سال بھر میں مختلف مقامات پر دو دفعہ نمائش گاہیں مقرر کی جائیں۔ کہ جہاں اردگرد کے تمام زمیندار اپنی اپنی قابل دید پیداواریں نمائش کی خاطر لا سکیں۔

۵۔ ہر ایک صوبہ میں ایک ایک تحقیقاتی محکمہ ہو۔ جس کا کام یہ ہو۔

کہ وہ زراعت کے متعلق ہر قسم کی تحقیق کرتا رہے۔
۶۔ ہر ایک صوبہ کی زبان میں جسے زمیندار لوگ بخوبی سمجھہ سکتے ہوں۔ ایک اخبار زمیندارہ جاری کیجاوے۔ جس میں زراعت کے متعلق مفید مضامین اور تازہ ترین معلومات درج ہوا کریں۔
۷۔ ہر ایک حلقہ میں تخموں کی فروخت کے لئے سرکاری یا غیر سرکاری ڈپو (گدام) قائم کئے جاویں۔ جہاں سے زمیندار لوگ آسانی سے ہر قسم کا اعلےٰ تخم حاصل کرسکا کریں۔
۸۔ زراعت کے متعلق مفید مضامین چھاپ کر کاشتکاروں میں مفت تقسیم کیا کریں۔ یہ سکیم گو بہت جامع ہے۔ اور اس کیلئے بہت سے روپیہ کی ضرورت ہے۔ لیکن ہماری گورنمنٹ کی سالانہ آمدنی اتنی کافی نہیں کہ اس لمبی چوڑی سکیم کو عملی جامہ پہنا کر خزانہ شاہی پر بار ڈالے۔ مگر اس شعبہ کو کچھ جنبش دینے کے لئے ضروری ہے۔ کہ کسی نہ کسی رقم سے اس کام کی ابتدا کی جاوے۔ عرض کیا جاتا ہے۔ کہ سرکار وہ روپیہ جو زرلگان کے ساتھ بصورت 'سوائے' وصول کرتی ہے۔ اُسے ہی اس کام میں لگا دیا جائے۔ اور اگر یہ نہیں تو رفاہ عام کی غرض کو مدنظر رکھکر ۲ فیصدی مالیہ کی رقم پر زائد لگا کر سارے کا سارا صرف اسی سکیم کی تکمیل پر لگایا جاوے تاکہ زمینداروں کی مالی حالت بہتر ہو جائے۔ اور سوائے مالی حالت کو بہتر ہونیسے زمیندارہ بنکوں کا اجرا ایکٹ انتقال اراضی وساہوکارہ بل چنداں مفید ثابت نہ ہونگے۔
اس میں شک نہیں۔ کہ اسوقت ہز ہائینس کی گورنمنٹ نے ہزاروں

کی تعداد میں پرائمری وہائی سکول اور دو کالج تعلیم گنجاطر اعلےٰ پیمانہ پر ملک میں کھول رکھے ہوئے ہیں۔ جن میں لاکھوں روپیہ کے خرچ سے زبان دانی۔ قانون دانی۔ ہسٹری۔ جغرافیہ۔ جیومیٹری۔ الجبرا۔ وغیرہ مضامین کی تعلیم دیجاتی ہے۔ لیکن سچ پوچھئے تو ایسی تعلیم ملک کے لئے بہت ہی کم مفید ثابت ہو رہی ہے۔ ممکن ہے۔ کہ ایسی تعلیم صنعتی و تجارتی قوموں کے لئے مفید ہوتی ہو۔ لیکن ایک زراعتی ملک کے لئے ایسی تعلیم چنداں فائدہ نہیں رکھتی۔ یہاں اگر امریکہ کی پیروی کی جاتی تو بہت مفید ہوتا۔ اگر بجائے کلرکوں۔ محرروں اور وکیلوں کے پیدا کرنے کے اگر ماہران زراعت پیدا کئے جاتے تو اس سے ایک تو ملک کی دولت میں اضافہ ہوتا۔ دوسرے بیکاری بھی بہت کم ہو جاتی۔ بلکہ ڈاکٹر ہنٹر کے قول کے مطابق قحط کا نام ونشان تک صفحہ ہستی سے مٹ جاتا لیکن حیرانی کی بات ہے۔ کہ جرمنی۔ فرانس۔ انگلینڈ۔ امریکہ اور جاپان وغیرہ ممالک میں جو در اصل صنعتی ممالک ہیں۔ زراعتی تعلیم پر کروڑوں روپیہ صرف کیا جاتا ہے۔ لیکن ہندوستان جیسے زراعتی ملک میں سب سے اہم اور مفید تعلیم کیطرف کچھ دھیان نہیں دیا جاتا۔ جسکا جزو اعظم جملہ ریاست ہائے ہندوستان بھی ہیں۔ اُنکی ترقی بھی ہندوستان کے ساتھ وابستہ ہے۔ خصوصاً ہمارے والئے ملک کو اس امر کیطرف خاص توجہ فرمانی چاہیئے۔ اور ملک کی بڑھتی ہوئی بیکاری کے سدِباب میں تجویز مذیل کو عمل پیرا فرمایا جاوے۔ کیا ہی اچھا ہو۔ کہ ہماری گورنمنٹ دیگر

ممالک کی تقلید اختیار کرے ۔ یعنے ملک ہالینڈ میں جو لوگ بیکار ہوتے ہیں ۔ اور انہیں ملازمت یا اور کوئی ذریعہ معاش نہیں ملتا وہاں گورنمنٹ انہیں سرکاری زراعتی فارموں (کھیتوں) میں کام کرنے پر مجبور کرتی ہے ۔ اور جب وہ عملی طور پر سب کام کاشتکاری سیکھ جاتا ہے تو انہیں چند گھماؤں اراضی برائے نام لگان پر دیجاتی ہے ۔ اسی طرح جو نوجوان ملک پر بوجھ بنکر ملک میں بے چینی پیدا کرنے کا موجب بنتے ہیں ۔ وہ اپنے ملک کی دولت اور پیداوار بڑہانے اور گورنمنٹ کی خیر خواہی میں لگ جاتے ہیں ۔ امید ہے کہ ہماری گورنمنٹ بھی اس طرف ضرور توجہ فرمائیگی ۔

قابل توجہ زمینداراں

زمینداروں کے لئے فروعی کام ہمارے ملک کے زمیندار عموماً معمولی کاشتکاری کے کام کو ہی اپنا کام سمجھتے ہیں ۔ اور فصل بو چکنے کے بعد عموماً فرصت کے وقت کو یونہی بے فائدہ گذار دیتے ہیں اسکے علاوہ خواہ اُنکی کاشت تھوڑی سی کیوں نہ ہو ۔ گھر کے سب آدمی اور بال بچے وغیرہ اسی کام میں لگے رہتے ہیں ۔ وہ اپنی آمدنی کے بڑہانے کے بہت کم طریق اور وسائل جانتے ہیں ۔ لیکن یورپ اور امریکہ میں سب کے سب زمیندار کوئی نہ کوئی اور فروعی کام بھی اپنی آمدنی کے بڑہانے کے کرتے رہتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کبھی اُنکی کوئی ایک فصل پیدا نہ ہو ۔ تو بھی اپنا گذارا بآسانی کرتے رہتے ہیں ۔ لیکن ہمارے ملک میں جہاں زمیندار کا سارا گذارہ صرف

اسکی فصل کی پیدائش پر ہی ہوتا ہے جب کوئی فصل کسی وجہ سے تباہ ہو جاتی ہے۔ تو کوئی اور ذریعہ معاش نہ ہونے کی وجہ سے بیچارا کسان خود بھی تباہ ہو جاتا ہے۔

جو کام اسوقت عام طور پر زمینداروں کے موافق گنے جاتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ اور گورنمنٹ جموں وکشمیر کے زمینداروں کو اسکی طرف خاص توجہ دینی چاہیئے۔ کیونکہ اُنکی مالی آمدن زراعتی پیشہ کے موجب کم ہے۔

۱۔ ریشم کے کیڑے پالنا۔
۲۔ مفید درختوں کی کاشت۔
۳۔ مویشیوں کا پالنا اور فروخت کرنا۔
۴۔ مرغیوں کا پالنا۔
۵۔ لاکھہ کا کیڑا پالنا۔
۶۔ شہد کی مکھی پالنا اور شہد سے فائدہ اُٹھانا۔
۷۔ دودہ و مکھن کا کام یعنے ڈیری فارم کا اجراء وغیرہ وغیرہ۔
۸۔ تخم فروشی کا کام۔
۹۔ پھلوں اور پھولوں کی کاشت۔
۱۰۔ پارچہ بافی کا کام۔

آئندہ ہم ان میں سے ہر ایک کام کا مفصل حال بیان کرینگے تاکہ رعایا نیک مشوروں سے عمل پیرا ہوکر فائدہ اوٹھاوے۔

مسلمانوں کی ملازمت کا سوال ساتھ ہی میں سرکار والامدار کیخدمت میں نہایت ادب سے یہ عرض کرونگا۔ کہ سرکاری ملازمت کے معاملہ

میں ریاست کی مسلمان رعایا ہز ہائینس کی خاص سرپرستی اور توجہ کی محتاج ہے۔ کیونکہ جب تک سرکاری محکموں میں اُنکی تعداد کافی نہیں ہوگی۔ اُن کے حقوق کی حفاظت کا مسئلہ قابل اطمینان طور پر حل نہیں ہوگا۔ گاڑی صرف اسی صورت میں چل سکتی ہے۔ کہ اسکے دونوں پہیئے ٹھیک حالت میں ہوں۔ اگر ایک پہیہ کمزور ہوگا۔ تو گاڑی کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہے۔ مسلمان اسوقت حکومت کی گاڑی کا کمزور پہیہ ہیں۔ ریاست کے ارباب حل عقد کی معاملہ فہمی اور دور اندیشی اس امر کی متقاضی ہے۔ کہ وہ جسقدر جلد ممکن ہوسکے اس خرابی کو دفع کریں۔ ریاست کی خوشحالی کا انحصار اس رعایا کی مرفہ الحالی پر ہے۔ اگر ہز ہائی نس کے عہد حکومت میں مسلمانان کشمیر تعلیمی اقتصادی اور تجارتی پہلو سے ترقی کے اعلےٰ مقام تک پہنچ جائیں۔ تو یہ حضور کے عہد کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہوگا۔

سوشل اصلاح

ممانعت تمباکو نوشی نوعمر اشخاص

(نقل اشتہار)

ہر خاص و عام کی اطلاع کے لئے مشتہر کیا جاتا ہے کہ
سری سرکار والا مدار نے یہ قانون نافذ فرمایا ہے۔ کہ

کوئی شخص یکم کاتک ۱۹۸۶ء سے کسی ایسے لڑکے کے ہاتھ جو ۱۶ سال سے کم عمر کا ہو۔ تمباکو یا اس سے بنی ہوئی کوئی چیز مثل نسوار سگرٹ سیگار۔ بیڑی وغیرہ نہ فروخت کرے۔ نہ کسی طرح اسے دے۔ ورنہ اس سے سلوک قانونی کیا جائے گا۔ اور وہ مستوجب جرمانہ ہوگا۔ البتہ لوگوں کی خانگی سہولت کے لئے یہ رعایت رکھی گئی ہے۔ کہ اگر کوئی ایسا بچہ اپنے والدین یا ولی یا مالک کا تحریری اجازت نامہ دوکاندار کو دے۔ تو اسے اجازت ہے۔ کہ وہ تمباکو یا اس سے بنی ہوئی کوئی چیز بچے کو دیدے۔ اور اگر کوئی لڑکا جو ۱۶ سال سے کم عمر ہو۔ کسی شارع عام پر کسی سواری کی حالت میں تماکو یا سگرٹ وغیرہ پیتا یا نسوار لیتا پایا جائیگا۔ تو کوئی نمبردار۔ ذیلدار۔ سکول ماسٹر۔ پروفیسر۔ میونسپل کمشنر۔ ممبر رقبہ اعلان شدہ۔ وکیل۔ ڈاکٹر یا مجسٹریٹ مجاز ہوگا۔ کہ اس سے تمباکو یا اس کا کوئی مرکب چھین کر تلف کردے

لہذا لوگوں کو چاہیئے۔ کہ امور ذیل یاد رکھیں۔

۱۔ یہ قانون یکم کتک ۱۹۸۶ سے رائج ہوگا۔

۲۔ تمباکو میں نسوار۔ سیگرٹ۔ بیڑی سب شامل ہیں۔

۳۔ کسی دوکاندار کو اجازت نہیں۔ کہ وہ تمباکو کسی کمسن بچے کے ہاتھ فروخت کرے۔

۴۔ وہ بچہ کمسن ہوگا۔ جو فی الواقع اور شکل وشباہت سے ۱۶ سال سے کم عمر کا معلوم ہوتا ہے۔

۵۔ کمسن لڑکوں کو گلی۔ کوچہ۔ سڑک پر پھرتے ہوئے یا کسی سواری پر چڑھے ہوئے تمباکو وغیرہ پینا یا نسوار لینا منع ہے

ورنہ وہ اُن سے چھین کر تلف کیا جائے گا۔

دستخط

(جناب اسید حسین صاحب) جوڈیشل منسٹر
ہز ہائینس گورنمنٹ جموں وکشمیر)

صاحبان قارئین کی توجہ اشتہار بالا کے مضمون کیطرف دلائی جاتی ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے۔ کہ مہاراجہ بہادر کو بنیادی اصولوں پر قوم و ملک کو اصلاح کرنیکی کس قدر گہری و دور اندیشانہ تجاویز سوجھتی ہیں۔ کیونکہ اس طرح کے احکامات جاری کرنیسے بچوں کی فطرت میں قدرتاً اجتناب ہوتا جاوے گا۔ اور سن بلوغت کو پہنچکر وہ بچہ ہرگز ہرگز منیشّات کا نام تک نہ لے گا۔ اور وہ ایک اچھا خاصہ ٹمپرنس سوسائٹی کا ممبر ہو گا۔ ان تمام واقعات و اصولات سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ مہاراجہ بہادر بہی خواہ ملک کا خیال مبارک بتدریج اس خطہ ارضی سے جملہ منشّیات کے قلع قمع کرنے کا ہے۔ اور ہمیشہ جو کام سلسلہ وار زینہ بہ زینہ طے کئے جاتے ہیں۔ وہ دیرپا ہوتے ہیں۔ جس طرح جس عمارت کی بنیاد مضبوط ہو گی۔ وہ عمارت بھی دیرپا رہے گی۔ یہی اصول ہمارے مہاراجہ بہادر کا ہے۔ کہ ملکی اصلاح و سوشل اصلاح آہستہ آہستہ اثر پذیر کیجاوے۔ کیونکہ یہ قاعدہ کلیہ ہے۔ کہ تغیر فوری موسم یا تغیر نظام حکومت بشری طبیعتوں میں قدرتاً گل چل مچا دیتا ہے۔ اور وہ ہیجان نتیجہ خیز ہوتا

ہے۔ جیساکہ مثال عام زبان زد خلائق عامہ ہے۔ کہ
جلدی کم شیطانی آہستہ کم رحمانی

متفرقات ضروری

عملی تمثیلات

مہاراجہ بہادر نے تمام مساجد و منادر و مقابر قدیمہ سلامیہ کی یادگار
کے لئے محکمہ آثار قدیمہ بنایا ہوا ہے۔ اور لکھوکھا روپیہ کا
خرچ کر کے جامع مسجد شاہی پرانی سرینگر کو از سر نو تعمیر کرایا
ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی پرانی عمارتیں بھی زر کثیر صرف کر کے
از سر نو بنوائی گئی ہیں۔ اور آئندہ محکمہ متعلقہ کے ذریعہ شکست
و ریخت کا بخوبی خیال رکھا جاتا ہے۔ اور چند ایک ایسی عمارتیں
جنکو حکومت نے اہل اسلام کے حوالہ کرنا مناسب سمجھا حوالہ
کر دی ہیں۔ گورنمنٹ کسی کے مذہبی احساسات کو ہرگز ٹھیس
نہیں لگاتی۔ ہر قسم کی مذہبی آزادی ہر ایک مذہب کو حاصل
ہے۔ مزید براں مہاراجہ بہادر خلوص دل سے بر موقعہ عیدین
صوبہ کشمیر و جموں بر موقعہ ادائے نماز عید مبارک معہ جملہ
سٹاف اہلکاران مسلم و غیر مسلم عیدگاہ میں تشریف لیجاتے ہیں
اس سے پہلے جموں میں کوئی عیدگاہ نہ تھی۔ لوگوں کی اس

تکلیف عامہ کو محسوس کر کے خاص جموں میں بہت بڑا وسیع احاطہ بلب سڑک عطا فرمایا ہے۔ اور اعلیٰ سے اعلیٰ مسجد عیدگاہ کے لئے ریاست میسور والور سے نقشے طلب کئے گئے ہیں۔ امید ہے۔ کہ بمشورہ مسلمانان حسب پسند رعایا مسجد عیدگاہ تیار کرائی جاوے گی۔ میں بہ حیثیت ایک مسلمان ممبر ہونیکے مسلمانان اندرون ریاست و علاقہ غیر کے مسلمانان کی ہمدردی کا ازحد مشکور ہوں۔ جو گاہ گاہ بوجہ اصول اخوت مسلمانان ریاست کی تکالیف کا اظہار کر کے حکومت کی توجہ دلاتے ہیں۔ مگر بعض اوقات چند ایک نامحرم و غیر ذمہ وار اشخاص کی بیجا شکایت پر جس کی تہ میں کوئی ٹھوس پن نہیں ہوتا۔ خیالات ہمدردی بہ شکل الفاظ اشتعالیہ ظاہر کئے جاتے ہیں۔ جسکی وجہ سے اُن اخبار کے مالکوں کو ذاتی و مالی نقصان پہنچتا ہے۔ جن کا داخلہ ذاتی و داخلہ اخبار بند ہو جاتا ہے۔ مجھے اُن کے نقصان کا سخت رنج ہے۔ اور مسلمانوں کو بھی بجائے فائدہ کے نقصان پہنچ جاتا ہے۔ کیونکہ مطالبہ ناجائز طور پر ہوتا ہے۔ اسلئے ہر دو فریق نقصان میں رہتے ہیں۔ اور عیار لوگ مار آستین کا کام کر جاتے ہیں۔ اسکا حل اس طرح پر ہو سکتا ہے۔ کہ بیرون اخبارات کے اڈیٹروں کو ضروری ہے۔ کہ ریاست کے اندرون ذمہ وار انجمنوں سے ملک کی اندرونی تکالیف کو دریافت کر کے نمائندگی کریں۔ تاکہ اُنکا فرض واجب یعنے ہمدردی بھی پوری ہو جائے۔ اور اُنکی ذات کو بھی مالی نقصان نہ پونچے۔ ایسی صورتوں میں

راعی ورعایا کے تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہ سکتے ہیں۔

انتظام شالی

و

جنس چاول۔ گندم گھی وپھلوں کے نکاس پر محصول

ہر جنس چاول۔ گندم وغیرہ کا نکاس قطعاً بند ہے۔ گھی وپھل وغیرہ کے نکاس پر جو ملک سے باہر جاوے۔ اُس پر محصول پرمٹ لگایا گیا ہے۔ تاکہ غریب رعایا کو وہ قدرتی نعمتیں جو خدا نے اپنے فضل وکرم سے عطا فرمائی ہیں۔ اور کشمیر جو تمام دنیا میں جنت نظیر ہے اسم بامسمیٰ رہ سکے نہ کہ اس کے ساکنان کے لئے دوزخ بن جاوے اس سے پیشتر تمام قسم کی اجناس وپھل وغیرہ ملک سے باہر نکل جایا کرتے تھے۔ اور ملک کے لوگوں کو اپنے وطن کی نعمتوں کا چندار فائدہ نہ پہنچتا تھا۔ اور ملک ہمیشہ قعر مذلت میں پھنسا رہتا تھا۔ قحط سے بچانے کی تدبیر عمل میں لائی گئی یعنے شالی کا ذخیرہ جمع رکھنے کے لئے محکمہ شالی ریاست کیطرف سے قائم ہے۔ اس محکمہ شالی سے پیشتر آئے دن لوگوں کو قحط کی تکلیف رہتی تھی۔ اس حسن انتظام کا سچا ثبوت اسوقت موجود ہے۔ یعنے باوجود اسقدر سیلاب آنے کے کہ تمام وادئے کشمیر کی فصل تباہ وبرباد ہوگئی

مگر قحط کا اثر بوجہ انتظام شالی پبلک کو محسوس تک نہیں ہوا اور وزرا و افسران نے ہر فرد رعایا کی خدمت و دلجوئی میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی ۔ مہاراجہ بہادر نے اپنی ذاتی قابلیت سے رعایا کو ہمیشہ کے خطرہ سے محفوظ بنا دیا ہے ۔ اور لوگ اس انتظام شالی پر از حد خوش و خرم ہیں ؎

زنانہ پارک یعنی مستورات کی تفریح گاہ

قبل ازیں مردوں اور عورتوں کے لئے آزادانہ طور پر سیر کے لئے اور تعلیم یافتہ طبقہ کی مستورات کے تبادلہ خیالات کے واسطے کوئی سیرگاہ نہ تھی ۔ اب زنانہ اور مردانہ پارک کے مقصد کے لئے ہر دو قلمرو جموں و کشمیر کے لئے پبلک کو اس غرض کے لئے باغات عطا فرمائے گئے ہیں ۔ ہمارا بادشاہ جو ملک کی آزادی کا معاون ہے اور ملک میں روشن خیالی کو پیدا کرنے کی ہزارہا تجاویز سوچتا رہتا ہے ۔ چنانچہ تمام ملک بھر میں زنانے پرائمری ۔ مڈل اور ہائی سکول ۔ شہروں ۔ قصبوں اور مواضعات میں کھولے گئے ہیں ۔ علیٰ ہذا القیاس ملک کے طول و عرض میں بے شمار ابتدائی حرمی پرائمری سکول ۔ مڈل سکول ۔ ہائی سکول افتتاح کئے گئے ہیں اور دو کالج دونوں قلمرو میں نہایت شاندار عمارت و سامان لیبارٹری جسکی نظیر ہندوستان میں نہیں ملتی ۔ چل رہے ہیں ۔

اور پروفیسر صاحبان دُور دُور سے معقول تنخواہوں پر بلائے گئے ہیں۔ اور جو اشخاص پشتینی باشندہ ریاست اعلےٰ تعلیم یافتہ مل سکتے ہیں۔ اُنکو سب سے پہلے ملازمت کا موقع دیا جاتا ہے آپ صاحبان اس تعلیمی سلسلہ کی اشاعت و توسیع سے خیال فرما سکتے ہیں۔ کہ مہاراجہ بہادر کس سرگرمی سے ملک کی جہالت کو دُور کرنے میں شب و روز سرگردان ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ یہ ملک یورپ کا نمونہ بن جائے۔ امید ہے کہ آنحضور کے اعلےٰ خیالات کی وجہ سے گورنمنٹ جموں و کشمیر بہت جلد معراج کی اعلےٰ حد تک ضرور پہنچ جائے گا۔

تعلیمی سلسلہ کے ساتھ ہی آپ نے جابجا زنانہ ہسپتال جنمیں نرسوں یعنے دایوں کا کام سکھانے والی عورتیں معقول تنخواہ و وظیفہ پر ملازم رکھی ہیں۔ اور ہر شفاخانہ میں یعنے ہسپتال میں ساتھ ساتھ نو آموز لڑکیاں معقول وظیفہ دیکر سکھائی جاتی ہیں۔ اس سے یہ مقصد ہے۔ کہ ملک کے افراد کی بہت سی تعداد بوجہ ناواقف دایوں کے بوقت پیدائش ہی ضائع ہو جاتی ہے۔ بلکہ بہت سی مستورات بوقت وضع حمل (یعنے تولید ناآزمودہ دایوں کی وجہ سے جان بحق ہو جاتی ہیں۔ جس ناواقفیت کیوجہ سے ملک کے طول و عرض میں بہت سی زندگیاں ہلاک ہو جاتی تھیں۔ اور ملک کی آزادی کو بجائے اضافہ کے نقصان پہنچتا تھا۔ اور بعض اوقات بچہ کی پیدائش کے وقت اسکے اعضا کج ہو جاتے تھے۔ اور بچوں کی تربیت

میں بہت نقصان پہنچتا تھا۔ اب ان تمام تکالیف کا حل سوچکر تعلیمیافتہ دایوں کا انتظام کیا گیا ہے۔ تاکہ ملک کے بچوں کی ابتدائی تربیت و پرورش اعلےٰ طریق سے ہو سکے اور ملک کے افراد تندرست و توانا پیدا ہوں۔ اور زندگیاں محفوظ رہ سکیں۔

ٹیکسیز یعنی محصول آب رسانی واٹر ورکس وغیرہ

قلمرو جموں و کشمیر میں واٹر ورکس کے محکمہ پر یعنے بہم رسانی آب پر ملکھوکھا روپیہ سالانہ کا خرچ ہے۔ مگر ہماری سرکار کی عالی ہمتی اور فیاضی طبع پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ آپ نے کوئی ٹیکس ماہانہ واٹر سپلائی پر نہیں لگایا اور ایسی کوئی مثال کسی دیگر ریاست و کسی حکومت میں آجتک دستیاب نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ ریاست میں کوئی انکم ٹیکس و حیثیت ٹیکس وغیرہ کسی فرد ساہوکار یا ملازم پیشہ پر نہیں حالانکہ دنیا کی تمام مہذب حکومتوں میں طرح طرح کے ٹیکس مقرر ہیں۔ اور پبلک عامہ ان ٹیکسوں کو بڑی خوشی کے ساتھ ادا کرتی ہیں۔

ملک کی صنعت و حرفت کی ترقی کا خیال مبارک

اپنے ملک کی صنعت و حرفت کو ترقی دینے کے لئے آپ نے نمائش ملکی کا سالانہ میلہ تجویز فرمایا ہے۔ اور اس کا افتتاح امسال سرینگر کشمیر میں نہایت شان و شوکت سے کیا گیا۔ ملک کے کاریگران کی اپنی دستی تیار شدہ اشیا، میلہ میں نمائش کے لئے لائی گئی تھیں۔ اسکے علاوہ تمام گورنمنٹ کے سکولوں میں لڑکوں نے جو مصنوعات ڈرائنگ وغیرہ تیار کی ہوئی تہیں۔ اور لڑکیوں نے جو جو کشیدہ ہائے وغیرہ کاڑہے ہوئے تھے۔ نمائش میں پیش کئے گئے۔ آپ کی سعی بلیغ سے بڑی زبردست کامیابی ہوئی۔ اور صنعت و حرفت کی اشیا پیش کرنیوالوں کو معقول انعامات دئے گئے۔ تاجران ملکی نے علاوہ انعامات حاصل کرنے کے باہمی خرید و فروخت سے ازحد منافع اُٹھایا۔ اور لوگ آئندہ کیلئے میلہ کے شایق نظر آتے ہیں۔

مصنوعات ملکی کو ترقی و توسیع کے لئے حضور مہاراجہ بہادر نے تمام ملک میں حکم جاری فرمایا ہے۔ کہ اپنے ملک کی تیار شدہ اشیا کا استعمال کیا جاوے۔ جس سے ملک کی تمام پرانی و نئی صنعت و حرفت کو زبردست ترقی ہو جاوے گی۔ اور ملک بیکاری کے خطرات سے بچکر آسودہ حالی سے دن گذارے گا۔ آپ نے زر کثیر خرچ کرکے ٹیکنیکل سکولز مواضعات و شہروں میں جاری فرمائے ہیں۔ جن سے وہ لڑکے جو سوائے تعلیم حاصل کرنے کے اور کوئی کام نہ کر سکتے تھے۔ اب قابل معمار۔ لوہار۔ ترکھان۔ رنگریز۔ موٹر ڈرائیور۔ ڈرائنگ ماسٹر۔ سب اورسیر۔ اورسیر۔ ٹائپسٹ

سٹینو گرافر وغیرہ وغیرہ بن کر کارخانوں میں ملازمت حاصل کرنے کے قابل ہو رہے ہیں۔ امید ہے کہ اسکو ترقی دیجا کر اعلیٰ پیمانہ کا میکینکل کالج تیار کیا جاوے گا۔ اور ملک کے افلاس کو فارغ البالی سے بہت جلد مبدل کیا جاوے گا۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے۔ کہ ملک کے و بیرون از ریاست کے بہت سے اشخاص اس بات کی شکایت کرتے سُنے گئے ہیں۔ کہ ریاست میں علاقہ غیر کی اشیا کی درآمد پر خصوصاً سمندر پار کی مصنوعات پر تیس فیصدی محصول لگایا جاتا ہے۔ مگر اس کا راز صرف یہ ہے کہ اس روک تھام سے اور محصول کی زیادتی کیوجہ سے گورنمنٹ جموں و کشمیر کے لوگ اپنی شہری و وطنی مصنوعات پر آمادہ ہوں اور اپنے ملک کا روپیہ ملک میں رہے۔ بلکہ اپنی ایجادات سے غیر ملک سے روپیہ حاصل کر کے ملک مالا مال ہو جاوے

سری سرکار والا مدار کیخدمت میں مودبانہ عرض ہے۔ کہ قلمرو کشمیر میں کشمیری کاغذ و لسپمینہ کے کارخانوں کو از سر نو جاری فرمانے کیطرف خاص توجہ فرمائی جائے۔ کیونکہ اس سے ملک کی بیکاری دور ہو کر کشمیر کے غربا طبقہ کا سالانہ سفر پنجاب دور ہو جاوے گا ؛

ملک کے مال مویشی کی ترقی کا خیال مُبارک

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ کہ ملک کی مصنوعات کی ترقی کی خواہش قلبی سرکار والا مدار میں موجود ہے۔ ہمچو قسم مال مویشی کی ترقی نسل کیلحاظ بھی آپ نے نمایش مال مویشی کا میلہ ہر دو قلمرو میں رائج کر دیا ہے۔ جس کی نمایش نہایت زور و شور سے ہوتی ہے۔ اور میلوں کے انتظامات احسن طریق پر سرکار کی طرف سے سرانجام دئے جاتے ہیں۔ اور مقابلہ مال مویشیان پر کافی رقومات کے انعام زمینداران وغیرہ کو دیکر حوصلہ افزائی کیجاتی ہے۔ تاکہ ملک کے اندر اعلےٰ نسل کے مویشی دستیاب ہوسکیں۔ اور ملک کے زمیندار طبقہ کو ہر طرح فائدہ پہنچے۔

زمینداروں کی سہولت و آرام کے لئے مہاراجہ بہادر نئی سے نئی تجاویز دائرہ عمل میں لاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ابھی ایک نیا قانون نافذ ہونے والا ہے جسکو بطور مشورہ پبلک کے سامنے بذریعہ سٹیٹ گزٹ پیش کیا گیا ہے۔ تاکہ بعد میں کوئی فرد اس قانون کے حسن و قبح پر معترض نہ ہو۔ ایسی طرز عمل ایک ایسی مثالی طرز ہے۔ جسکی نظیر آجتک کوئی مہذب سے مہذب گورنمنٹ پیش نہیں کر سکتی۔ کہ قانون سازی سے پیشتر قبل نفاذ مشورۂ پبلک کے سامنے پیش کیا جاوے۔ تاکہ مخلوق عامہ جن کی بہتری و بہبودی کیلحاظ قانون سازی کیجاتی ہے۔ کج فہمی کے باعث واویلا نہ کریں۔ گویا کسی فرد رعایا کو اعتراض کا موقعہ نہ رہے۔ یعنے جن اشخاص کے پاس پچیس سالہ یا اس سے زاید عرصہ کی اراضیات رہن یا قبضہ میں ہیں وہ ڈیوڑہ سود حاصل کرنے کے بعد جملہ اراضیات کو بغیر وصولی

زرِ ثمن اصل مالکان کو واپس کریں۔ کیونکہ وہ کافی فائدہ زرِ ثمن کے عوض اُٹھا چکے ہیں ؞

صُوبہ جموّں میں ٹڈی دل

یعنے

مکڑی کا طوفان عظیم۔ سری حضور مہاراجہ بہادر کی رعایا سے دلی ہمدردی۔ پچھتّر ہزار روپیہ کی مالی امداد

انسداد ٹڈی دل

سال رواں ۱۹۸۶ء کا آخیر ماہ پھگن وچیت بھی گورنمنٹ ہذا کے صوبہ جموں کے لئے ایک بلائے بے درماں ہی کیونکہ ان دنوں سب سے اہم بلا ٹڈی ہے۔ ہر خورد و کلاں کی زبان پر اسی کا چرچا ہے۔ جا بجا بیٹھی ہوئی انڈے دے رہی ہے۔ لوگ انڈے زمین کے نیچے سے نکال لیتے ہیں۔ اور انہیں اُجرت نکلوائی بہ رفی سیر ملتی ہے۔ مگر پبلک عامہ زیادہ تر جاہل ہے۔ اشتراک عمل کی نعمتوں سے محروم ہے۔ اسلئے کچھ لاپرواہی سے کام کر رہے ہیں۔ جناب مشیر مال صاحب بہادر نے سری سرکار والا مدار جی

کے تاکیدی احکامات کی تعمیل میں خود معہ جملہ ماتحت افسران علاقہ جات میں دورے کرنے شروع کر دئیے ہیں۔ صاحب موصوف نے ٹڈی دل کے انڈے ضائع کرنے کے لیئے فی سیر ۴ر اُجرت مقرر کی ہے۔ لیکن پر دار ٹڈی کے تلف کرنے کی کوئی اُجرت مقرر نہیں۔ اور سب سے پہلے اس کے ہلاک کرنے کی کوئی اُجرت تعیّن ہونی چاہیئے۔ تاکہ اسکی تولید نسل کا سلسلہ ہی بند کیا جاوے۔ اور اُنکی ہلاکت بعد تجربہ زیادہ ترراءت کے دقت از حد مفید ثابت ہوئی ہے۔ حکام کا تجربہ ہے۔ کہ ۲۷ گھنٹے بیٹھے رہنے سے انڈے دیتی ہے۔ لیکن بعض اشخاص کی عینی شہادت بعد مشاہدہ خود یہ ہے۔ کہ ۶ گھنٹے متواتر بیٹھے رہنے سے بھی ہزاروں من انڈے دیتی ہے۔

ٹڈی کی اتلاف کی تدابیر اس طرح ہو سکتی ہے۔ کہ جن جن دیہات میں ٹڈی نے انڈے دے دیئے ہیں۔ وہاں کی آبادی کو مجبور کیا جاوے۔ کہ وہ انڈے نکالے اور نمبردار ذیلداروں سے ذمہ لیا جائے۔ کہ جس کے حلقہ میں لاپرواہی سے اُس کے انڈے رہ جاینگے پیدا ہو گی تو اُسے نمبردار اور ذیلدار کو موقوفی کی سزا دی جائے گی۔ خاکسار بہی خواہ ملک و قوم کا خیال خام ہے۔ کہ اس طریق عمل سے بالکل نابود ہو جاویگی۔ کیونکہ جاہل پبلک طریق کار رضامند نہ کو لاپرواہی سے دیکھتے ہیں۔

۲۔ سائنٹی فک طریق سے ایک ہلاک زہریلی گیس تیار ہوئی ہے اور پنجاب میں خصوصاً ضلع گجرات میں اس مشینری کو ٹڈی کی ہلاکت

کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ گاؤں کے باہر ایک کھائی تقریباً ۵-۶ فٹ گہری کھودی جاتی ہے۔ اور پیچھے سے اس موذی جانور کو اڑاتے ہوئے لے آتے ہیں۔ اور نالی کے پار کیطرف نالی کے اندگرانے کے لئے آدمی کھڑے ہوتے ہیں۔ اور نالی میں گرنے کے وقت زہریلی گیس چھوڑی جاتی ہے۔ اور اوپر سے مٹی ڈالکر کھائی کو پُر کیا جاتا ہے۔ یہ تدبیر بھی عمل پذیر ہورہی ہے۔ سنا گیا ہے۔ کہ ریاست نے بھی تجربتہً ایسی گیس کے استعمال کے لئے مشینیں منگوانے کا حکم جاری کیا ہے۔

محکمہ مال کے افسران کا دورہ وعملی تدابیر۔ پچہتر ہزار روپیہ کی مالی امداد کی منظوری۔ اگر سفر خرچ کی رقم بھی جمع کرلی جاوے تو ایک لاکھ روپیہ خسرچ ہو گا۔

علاقہ قلمرو جموں میں جو تباہی ٹڈی دل نے کی ہے۔ وہ پبلک عام پر اظہر من الشمس ہے۔ چنانچہ تحصیل اکھنور میں منشیر مال صاحب بہادر وگورنر صاحب بہادر دورہ کرتے ہوئے تشریف لے گئے۔ تاکہ اس موذی جانور سے نجات حاصل کرنے کی تدابیر سوچی جاویں۔ ہیڈ نہر رنبیر پر ایک بڑا بھاری جلسہ کیا گیا۔ جسمیں تحصیل اکھنور کے جملہ مقامی افسران۔ تمام علاقہ کے نمبرداران۔ ذیلداران۔ چیدہ چیدہ زمینداران شامل ہوئے چنانچہ اس موقعہ پر ایک خاص رقم برائے تلفی انڈاجات منظور کی گئی۔ کہ وہ خاص طور پر افسران متعلقہ کو امداد دیں۔ تاکہ ایسے موذی جانور کو تلف کیا جاوے۔ مہاراجہ بہادر کی اسقدر کثیر رقم پچہتر ہزار روپیہ کی منظوری ایک قسم کی امداد ہے۔ جو نہایت دور

اندیشہ نہ فعل ہے۔ حالانکہ علاقہ انگریزی میں ضلع سیالکوٹ کے لئے بہت ہی قلیل رقم ایک ہزار روپیہ انسدادی تدابیر کے لئے مقرر ہوئی ہے۔ جیسا کہ سننے میں آیا ہے۔

مہاراجہ بہادر کی فراخدلی وہمدردانہ خیالات

مہاراجہ بہادر اپنی ذاتی دانشمندی سے رعایا کے افلاس کو بخوبی جانتے ہیں آپکا خیال مبارک ہے۔ کہ جن زمینداروں کو اُنکی زراعتی فصل میں اگر کسی قسم کا نقصان پہنچا ہے۔ کچھہ تو اس خیال سے کہ مالی امداد سے کمی پوری ہو جائے۔ دوسرے بیکاری کے ایام میں رقم معاوضہ مل جانیسے حوصلہ افزائی ہو جائے گی۔ اور زراعت پیشہ لوگ فصل کے نقصان سے زیادہ غمگین و پژمردہ خاطر نہ ہوں۔ اور بال بچہ کی پرورش کر کے سرکار والا مدارجی کے حق میں دعا خیر کریں اور آنحضور کے نیک خیالات کا شکریہ ادا کریں۔

یہ بھی عرض کرنا ضروری ہو گا کہ حکومت کیطرف سے اس جد و جہد و کوشش سے خدا کا فضل شامل حال رہا ہے۔ یعنے ٹڈی دل کے طوفان سے فصلوں کا چنداں قابل ذکر کوئی نقصان نہیں ہوا۔ قدرتاً اس کی نشست درختان سلسلہ ثمر کے بالائی حصّہ پر واقع ہوئی ہے۔ یہ تائید ایزدی ہے اور مہاراجہ بہادر کے نیک خیالات کا عکس ہے۔ کہ رعایا مالی نقصان سے اس وقت تک محفوظ ہے ❖

کارنامہ قابل یادگار تا دورِ دنیا

تباہ کن سیلاب ماہ ساون و بہادوں تا آسوج ۱۹۸۶ء

قلمرو کشمیر و خاص سرینگر

ماہ ساون۔ بہادوں واسوج ۱۹۸۶ سمبت بکرم کا سیلاب نہ صرف سرینگر قلمرو کشمیر کے لئے تباہ کن و خطرناک تھا۔ بلکہ ہندوستان کے مشہور شہر جہلم۔ روہڑی سکھر۔ سندھ و دیگر شہروں جو عام طور پر دریا کے کنارے پر آباد ہیں۔ نہایت تباہ کن تھا۔ جسکے واقعات کی دردناک کہانیاں سنکر آنسو رولاتی تھیں۔ پنجاب و ہندوستان کی تواریخ میں یہ سیلاب ایک خاص نوعیت رکھتا ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں بندگان خدا غرق آب ہو گئے۔ اور اسکے علاوہ لکھوکھا مال مویشی اور کروڑوں روپیہ کا نقصان ہندوستان بھر میں ہوا جسکی تلافی سالہا سال کی پیدائش آدم و تجارت کے نفع خیز کاروبار سے پوری نہیں ہو سکے گی۔ سرینگر کشمیر جو ایک وادی ہے اور کوہ دامن میں واقع ہے۔ اسجگہ کا سیلاب و آتش زدگی و طوفان اس قسم کے ہیں۔ کہ ایسی مثال کسی اور جگہ کم مل سکے گی۔

مہاراجہ بہادر سری حضور پرتاب سنگھ جی سرگباشی نے

سرینگر خاص کی پے در پے تباہی کو بچشم خود ملاحظہ کرکے ایک بند سد باب سیلاب تیار کرایا تھا۔ جسکو فلڈ چینل (FLOOD CHANAL) کہتے ہیں۔ اس کی تیاری پر لکھو کھا روپیہ خرچ ہوا ہوا ہے۔ اور خاص طور پر اسکی مضبوطی و پختگی عمل میں لائی گئی ہوئی ہے تاکہ بوقت سیلاب بند بندھا رہے۔ اور خوبصورت بے نظیر شہر آفت سیلاب سے محفوظ رہے۔ چنانچہ امسال ماہ مذکور میں اسقدر سیلاب آیا۔ کہ جسکو طوفان نوح کہا جائے تو بجا ہے۔ ہمارے مہاراجہ بہادر جو فی الواقع لفظ بہادر کے مستحق ہیں۔ اور اسم بامسمےٰ کہے جا سکتے ہیں۔ اپنی پیاری رعایا کے ہر فرد کی زندگی اور مال کو نہایت عزیز سمجھتے ہیں۔ اور اُن ہر دو چیزوں کی محفوظگی میں اپنی جان تک نثار کرنا فرض اولین سمجھتے ہیں۔ حضور والانے اپنی اس رعایا پروری کا ملک کو بیّن ثبوت دیا ہے۔ یعنے آپ اس طوفان نوح کے موقعہ پر ایک سچے خیر خواہ محافظ چیف سکوٹ کی شکل میں کمر بستہ تھے۔ اور وہ بند یعنے فلڈ چینل جو بجر بے پایاں کے صدمات تلاطم سے ٹوٹ چکا تھا۔ اور سرینگر کے زن و فرزند بے حواس امواج سیلاب کا نظارہ ایک تباہ کن شکل میں دیکھ رہے تھے۔ اور مال و متاع کے علاوہ زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی تھی۔ نزدیک تھا۔ کہ چشم زدن میں قلم و کشمیر معہ خوبصورت جنت نظیر شہر سرینگر کے نذر آب ہو جاتا۔ اور لکھو کھا زندگیاں اور کروڑہا روپیہ کا نقصان پہنچ جاتا۔ اور اس تباہی کے بعد ایسا بہشت کا نمونہ ہارو گر صفحہ ہستی پر کسی

فرد کو دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ مگر ہمارے ملک کا ہیرو یعنے محافظ
جان و مال مہاراجہ بہادر سر ہری سنگھ جی زندہ باد۔ نپولین
ثانی اپنی عالی ہمتی سے اس تباہ کن طوفان نوح میں خود کھڑے
ہیں۔ اور مخلوق خدا کو ڈھارس دے رہے ہیں۔ اور اپنی افواج
و پولیس و جملہ ملازمان صیغہ جات کو اسی حالت میں حکم
دے رہے ہیں۔ کہ بند سیلاب ہرگز نہ ٹوٹنا پائے۔ اور خود اپنے
کندہوں پر مٹی و ریت کی بوریاں اٹھا اٹھا کر بند کو مضبوط
کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ تائید ایزدی نے آپ کا ساتھ دیا اور
بند کو مزید شکستگی نہ ہوئی۔ اور بند کو اس قدر مضبوط بنا دیا۔ کہ
سیلاب کی کچھ پیش نہ گئی۔ اور لکھو کہا انسانوں کی جان کے علاوہ
کروڑوں روپیوں کا مال و متاع بھی بچا دیا۔ علاوہ اس کے
آپ عام طور پر آتشزدگی کے موقعوں پر بھی اسی ہمدردی اور
شجاعت کے ساتھ خود کام کیا کرتے ہیں۔ وہ وقت جب کہ
حضور رعایا کی محبت کی محویت میں منہمک ہوتے ہیں۔ وہ منظر
قابل دید ہے۔ ایسے خیر خواہ بادشاہ کا ملنا از حد مشکل ہے۔ جو
رعایا کی ہر تکلیف کو ذاتی تکلیف سے زیادہ محسوس کرے۔
گورنمنٹ جموں کشمیر کی رعایا کو خداوند کریم کی بارگاہ میں
اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ جس نے ان کی نگرانی و
محافظت کے لئے ایسا نیک دل بہادر بادشاہ مبعوث فرمایا
ہے۔ جو زمانہ حال میں کسی اور کو نصیب نہیں مجھے ابیات
کا افسوس ہے۔ کہ اگر ایسا بہادر اور نیک دل ہمدرد و مونس و

نمگسار بادشاہ کبھی خطۂ یورپ یا دیگر مغربی ملکوں میں سے کسی
ایک میں پیدا ہوتا ۔ دُنیائے عالم میں اس کی شہرت ہوتی۔
اور وہ منظر ہمدردی جو آپ نے مٹی کی بھری ہوئی بوریاں
اپنے کندھوں مبارک پر اُٹھا کر سدِباب طوفان کرتے رہے
اور اپنی جملہ مساعی میں کامیاب ہوئے ۔ یورپ کی رعایا
ضرور اس منظر کا جو آپ نے پیش کیا ۔ فوٹو اُتارنے یا فلم
لیجاتی ۔ اور ملک کے اندر ایک شہرت پذیر ڈراما تیار کرتے
تاکہ باقی رعایا کو معلوم ہو ۔ کہ بادشاہ کی ہمدردی اس حد تک
تمہارے ساتھ وابستہ ہے ۔ رعایا کا بھی حق اور فرض ہے
کہ اپنے آقا سے اسی طرح وفاداری کرے ۔ اور ڈرامہ کی
اس مثال سے یہ بھی فائدہ اُٹھائے ۔ کہ دیگر ملکوں کے
بادشاہوں کو بھی ایسی مثال زندگی پیش کرنی چاہیئے ۔ ہمارا
ملک نہایت خوش نصیب ہے ۔ اور ہمیں شب و روز ترقی
اقبال و درازئے عمر و تولید مولود مسعود ولیعہد کے لئے دعائیں
مانگنی چاہئیں۔

خاکسار نمک خوار قدیمی چہار پُشت اس دعا کے ساتھ
اپنی اس تحریر کو جو بخلوص نیّت محض شرط نمک کی
ادائیگی و رعایا کی بہتری و تعلقات راعی و رعایا کے
خوشگوار ہونے کے لئے راز حقیقت کا انکشاف کر کے ختم
کرتا ہے ۔ اور جو شخص اسکو پڑھکر بھی اگر یقین نہ کرے تو میں
اسکو مفسدہ پرداز ۔ باغی ۔ بے ایمان ۔ اور غدار ملک سمجھتا ہوں۔

دعا بہ بارگاہ ایزدی

جب تک رہے یہ سلسلہ لیل و نہار کا — جب تک رہیں چراغ فلک ماہ و مشتری
مولا کریم والئے جموں کو ہو قیام — اور آئے دن زمانہ کرے اسکی یاوری

خاکسار تابعدار شیخ عبد الحق رئیس جموں نبیرہ شیخ
شوق محمد صاحب مرحوم سفیر دربار کشمیر و پرسنل سکرٹری
حضور مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب بہادر سر گباشی و
نواسہ زادہ شیخ سوداگر صاحب مرحوم وزیر اعظم ریاست و
جاگیردار شاہی۔ سکرٹری انتظامیہ کمیٹی انجمن اسلامیہ و
سفیر ہند فراہمی چندہ امدادی صدر انجمن اسلامیہ
گورنمنٹ جموں و کشمیر (جموں)